خانقاہ حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمان

ماہنامہ ملّیہ

فیصل آباد پاکستان

ربیع الثانی ۱۴۴۷ھ

اکتوبر 2025ء

- علامہ اقبالؒ اور ردقادیانیت
- مولانا حماد الرحمٰن لدھیانوی
  سیدنا محمد ﷺ آخری نبی ہیں
- اسلام میں ایک سے زائد شادیوں کا فلسفہ
- مجلس نفیس
- تاریخ ختم نبوۃ تاریخ کے آئینے میں

بیاد

ابن نفیس مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ مجاز حضرت سید نفیس الحسینی رحمۃ اللہ علیہ

جامعہ ملیہ اسلامیہ فیصل آباد

041-8711569

www.milliafsd.com

یہ وطن اپنا

ابنِ انیس مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

بڑی ہی مشکلوں میں پھنس گیا ہے یہ وطن اپنا
بیاباں ہوگیا ہے یہ جو تھا رشکِ چمن اپنا

مری دھرتی کو لوٹا ہے سیاست کے مہاشوں نے
سمیٹے جارہے ہیں سب سمجھ کے اس کو دھن اپنا

سبھی کچھ میرا گِروی رکھ دیا ہے غیر کے آگے
میری حالت تو یہ ہے اب نہ من اپنا، نہ تن اپنا

عجب ہے سرکشی کا ایک عالم ہر طرف اب تو
کہاں سے ڈھونڈ کر لاؤں میں وہ نقشِ کہن اپنا

رِندوں کے ہاتھوں کٹ رہے ہیں دیں کے دیوانے
یہاں سب سر پہ باندھے پھر رہے ہیں اب کفن اپنا

جہاں پر گوہرِ عصمت لٹا بیٹھی ہوں لیلائیں
وہاں شرم و حیاء کا کیسے ہوگا بانکپن اپنا

کسی پر ہے بھروسہ نہ کسی پر ہے یقیں ہم کو
یہاں پر ہر بشر اب کھو چکا ہے حُسنِ ظن اپنا

جہاں مہنگائی کے ہاتھوں نہ روٹی بھی میسر ہو
وہاں مزدور کیسے ڈھانپ سکتا ہے بدن اپنا

جہاں پر قتل و غارت، رشوت و چوری و ڈاکے ہوں
وہاں کیسے بچا پائے گا کوئی پیرہن اپنا

خدایا میری دھرتی کو کوئی مصلح عطاء کردے
بنادے جو سبھی کو یک ضمیر و یک سخن اپنا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہر اسلامی مہینے کے شروع میں شائع ہوتا ہے

خانقاہ حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمان

ماہنامہ ملیہ

فیصل آباد پاکستان

ربیع الثانی ۱۴۴۷ھ

شمارہ نمبر 4 جلد نمبر 22

بمطابق اکتوبر 2025ء

بفیض

قطب الاقطاب حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ

رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ

امیر ثانی تبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

بیاد

مولانا انیس الرحمٰن صاحب لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

پیر طریقت حضرت سید نفیس الحسینی شاہ

حضرت مولانا ابن انیس حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ مجاز سید نفیس الحسینی رحمۃ اللہ علیہ

فہرست مضامین

* علامہ اقبالؒ اور ردقادیانیت — مولانا حماد الرحمٰن لدھیانوی	2
* سیدنا محمد ﷺ آخری نبی ہیں — سید کمال اللہ بختیاری	9
* مجالس حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہٗ	20
* مجلس نفیس	22
* اسلام میں ایک سے زائد شادیوں کا فلسفہ — تحریر: رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانویؒ	24
* تاریخ ختم نبوۃ تاریخ کے آئینے میں	26
* امانت اور ایفائے عہد ایک معاشرتی ذمہ داری	31
* خواتین کے صفحات — خادمۃ القرآن	35
* بچوں کے صفحات	38

مدیر: مولانا حماد الرحمٰن لدھیانوی

مدیر مسئول: مولانا جواد الرحمٰن لدھیانوی

فی شمارہ 80 روپے

پاکستان میں سالانہ 1000 روپے

سالانہ بدل اشتراک بیرون ملک 100 امریکی ڈالر

رابطہ کیلئے: مکتبہ ملیہ جامعہ ملیہ اسلامیہ

محلہ خالصہ کالج P.O مدینہ ٹاؤن فیصل آباد پاکستان 041-8711569, 0321-6611910

ناشر: حبیب الرحمٰن لدھیانوی ❖ مطبع: ظفر اینڈ فضل پرنٹنگ پریس فیصل آباد

علامہ اقبالؒ اور ردقادیانیت

حمادالرحمن لدھیانوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی : امابعد!

مسلمانوں نے فتنہ قادیانت کے استیصال کے لیئے ہر دور میں بڑی قربانیاں دی ہیں اور اپنی وسعت کے مطابق ہر طبقہ کے لوگوں نے اس میں حصہ ڈالا ہے، چنانچہ وہ دانشور حضرات بھی اس میں نمایا نظر آتے ہیں جن کا اس معاملہ سے بظاہر کوئی تعلق نہیں ہے، عام مسلمان جنہیں بطور شاعر یا دانشور کے جانتے ہیں، انہی میں علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ بھی ہیں، جن کے بارے میں قادیانی یہ مشہور کرتے ہیں کہ وہ شاید مرزا کے مؤید تھے، حالانکہ حقیقت حال اس سے مختلف ہے، اسی لئے علامہ اقبال کا لکھا ہوا مضمون بعنوان قادیانی اور جمہور مسلمان (جو کہ مرزائیت کے رد میں لکھا گیا، اور ایک مطالبہ جو انہوں نے گورنمنٹ سے کیا گیا کہ قادیانیوں کو اسی طرح الگ مذھب شمار کیا جائے جیسا کہ سکھوں کو ہندوؤں سے الگ شمار کیا گیا ہے) شامل کیا جا رہا ہے۔

مصور پاکستان علامہ اقبالؒ لکھتے ہیں: ہندوستان کی سرزمین پر بے شمار مذاہب بستے ہیں۔ اسلام دینی حیثیت سے ان تمام مذاہب کی نسبت گہرا ہے، کیونکہ ان مذاہب کی بنا کچھ حد تک مذہبی ہے اور ایک حد تک نسلی، اسلام نسلی تخیل کی سراسر نفی کرتا ہے اور اپنی بنیاد محض مذہبی تخیل پر رکھتا ہے، اور چونکہ اس کی بنیاد صرف دینی ہے اس لئے وہ سراپا روحانیت ہے اور خونی رشتوں سے کہیں زیادہ لطیف بھی ہے اسی لئے مسلمان ان تحریکوں کے معاملہ میں زیادہ حساس ہے جو اس کی وحدت کے لئے خطرناک ہیں۔ چنانچہ ہر ایسی جماعت جو تاریخی طور پر اسلام سے وابستہ ہو لیکن اپنی بناء نئی نبوت پر

رکھے اور بزعمِ خود اپنے الہامات پر اعتقاد نہ رکھنے والے تمام مسلمانوں کو کافر سمجھے، مسلمان اسے اسلام کی وحدت کے لئے ایک خطرہ سمجھے گا اور یہ اس لئے کہ اسلامی وحدت ختم نبوۃ سے ہی استوار ہوتی ہے۔

انسان کی تمدنی تاریخ میں غالباً ختم نبوۃ کا تخیل سب سے انوکھا ہے، اس کا صحیح اندازہ مغربی اور وسط ایشیا کے موبدانہ تمدن کی تاریخ کے مطالعہ سے ہوسکتا ہے۔ موبدانہ تمدن میں زرتشتی، یہودی نصرانی اور صابی تمام مذاہب شامل ہیں۔ ان تمام مذاہب میں نبوۃ کے اجراء کا تخیل نہایت لازم تھا۔ چنانچہ ان پر مستقل انتظار کی کیفیت رہتی تھی، غالباً یہ انتظار نفسیاتی حظ کا باعث تھی۔ عہد جدید کا انسان روحانی طور پر موبد سے بہت زیادہ آزاد منش ہے۔ موبدانہ رویہ کا نتیجہ یہ تھا کہ پرانی جماعتیں ختم ہوتی اور ان کی جگہ مذہبی عیار نئی جماعتیں لاکھڑی کرتے۔ اسلام کی جدید دنیا میں جاہل اور جوشیلے ملاّ نے پریس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے قبل اسلامی نظریات کو بیسویں صدی میں رائج کرنا چاہا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ اسلام جو تمام جماعتوں کو ایک رسی میں پرونے کا دعویٰ رکھتا ہے۔ ایسی تحریک کے ساتھ ہمدردی نہیں رکھ سکتا۔ جو اس کی موجودہ وحدت کے لئے خطرہ ہو اور مستقبل میں انسانی سوسائٹی کے لئے مزید افتراق کا باعث بنے۔ اس سے قبل اسلامی موبدیت نے حال ہی میں جن دو صورتوں میں جنم لیا ہے میرے نزدیک ان میں بہائیت، قادیانیت سے کہیں زیادہ مخلص ہے کیونکہ وہ کھلے طور پر اسلام سے باغی ہے، لیکن موخر الذکر اسلام کی چند نہایت اہم صورتوں کو ظاہری طور پر قائم رکھتی ہے لیکن باطنی طور پر اسلام کی روح اور مقاصد کے لیے مہلک ہے اس کا خاصہ خدا کا تصور کہ جس کے پاس دشمنوں کے لئے لاتعداد زلزلے اور بیماریاں ہوں، اس کا نبی کے متعلق نجومی کا تخیل اور اس کا روح مسیح کے تسلسل وغیرہ کا عقیدہ، یہ تمام چیزیں اپنے اندر یہودیت کے اتنے عناصر رکھتی ہے گویا یہ تحریک ہی یہودیت کی طرف رجوع ہے۔ روح مسیح کا تسلسل یہودی باطنیت کا جزء ہے۔

پولی مسیح بال شیم BAL SHEM کا ذکر کرتے ہوئے پروفیسر بوبر کہتا ہے۔

"مسیح کی روح پیغمبروں اور صالح آدمیوں کے واسطے زمین پر اتری"

اسلامی ایران میں موبدانہ اثر کے ماتحت ملحدانہ تحریکیں اٹھیں۔ اور انہوں نے بروز، حلول، ظل وغیرہ اصلاحات وضع کیں۔ تاکہ تناسخ کے اس تصور کو چھپا سکیں۔ ان اصلاحات کا وضع کرنا اس

لئے ضروری تھا کہ وہ مسلم کے قلوب کو ناگوار نہ گزریں حتیٰ کہ مسیح موعود کی اصلاح بھی اسلامی نہیں۔ بلکہ اجنبی ہے، اور اس کا آغاز بھی اسی موبدانہ تصور میں ملتا ہے۔ یہ اصطلاح ہمیں اسلام کے دور اول کی تاریخی اور مذہبی ادب میں نہیں ملتی۔ اس حیرت انگیز واقعہ کو پروفیسر ونسنک نے اپنی کتاب موسومہ ''احادیث میں ربط'' میں نمایاں کیا ہے۔ یہ کتاب احادیث کے گیارہ مجموعوں اور اسلام کے تین اولین تاریخی شواہد پر حاوی ہے، اور یہ سمجھنا کچھ مشکل نہیں کہ اسلام نے اس اصلاح کو کیوں استعمال نہ کیا؟ یہ اصلاح انہیں غالباً اس لئے ناگوار تھی کہ اس سے تاریخی عمل کا غلط نظریہ قائم ہوتا تھا۔ خاکی ذہن وقت مدور حرکت تصور کرتا تھا۔ صحیح تاریخی عمل کو بحیثیت ایک تخلیقی حرکت کے ظاہر کرنے کی سعادتِ عظیم مسلمان مفکر اور مورخ یعنی ابن خلدون کے حصہ میں تھی۔ ہندی مسلمانوں نے قادیانی تحریک کے خلاف جس شدتِ احساس کا ثبوت دیا ہے۔ وہ جدید اجتماعیات کے طالب علم کے لئے بالکل واضح ہے عام مسلمان جسے پچھلے دن سول اینڈ ملٹری گزٹ میں ایک صاحب نے ملّا زدہ کا خطاب دیا تھا۔ اس تحریک کے مقابلہ میں حفظِ نفس کا ثبوت دے رہا ہے۔ اگر چہ اسے ختم نبوت کے عقیدہ کی پوری سمجھ نہیں، نام نہاد تعلیم یافتہ مسلمانوں نے ختم نبوت کے تمدنی پہلو پر کبھی غور نہیں کیا، اور مغربیت کی ہوا نے اسے حفظِ نفس کے جذبہ سے بھی عاری کر دیا ہے۔ بعض ایسے ہی نام نہاد تعلیم یافتہ مسلمانوں نے اپنے مسلمان بھائیوں کو رواداری کا مشورہ دیا ہے۔ اگر سر ہربرٹ ایمرسن مسلمانوں کو رواداری کا مشورہ دیں تو میں انہیں معذور سمجھتا ہوں کیونکہ موجودہ زمانے کے ایک فرنگی کے لئے جس نے بالکل مختلف تمدن میں پرورش پائی ہو اس کے لئے اتنی گہری نظر پیدا کرنی دشوار ہے، کہ وہ ایک مختلف تمدن رکھنے والی جماعت کے اہم مسائل کو سمجھ سکے۔

ہندوستان میں حالات بہت غیر معمولی ہیں۔ اس ملک کی بیشمار مذہبی جماعتوں کی بقاء اپنے استحکام کے ساتھ وابستہ ہے کیونکہ جو مغربی قوم یہاں حکمراں ہے۔ اس کے لئے اس کے سوا چارہ نہیں، کہ مذہب کے معاملہ میں عدمِ مداخلت سے کام لے۔ اس پالیسی نے ہندوستان ایسے ملک پر بدقسمتی سے بہت برا اثر ڈالا ہے۔ جہاں تک اسلام کا تعلق ہے یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ مسلم جماعت کا استحکام اس سے کہیں کم ہے، جتنا حضرت مسیح کے زمانہ میں یہودی جماعت کا رومن کے ماتحت تھا۔ ہندوستان میں

کوئی مذہبی سٹے باز اپنی اغراض کے ماتحت ایک نئی جماعت کھڑی کر سکتا ہے اور یہ لبرل حکومت اصل جماعت کی وحدت کی ذرہ بھر پرواہ نہیں کرتی۔ بشرطیکہ یہ مدعی اسے اپنے اطاعت اور وفاداری کا یقین دلا دے۔ اور اس کے پیرو حکومت کے محصول ادا کرتے رہیں۔ اسلام کے حق میں اس پالیسی کا مطلب ہمارے شاعرِ عظیم اکبر نے اچھی طرح بھانپ لیا تھا۔ جب اس نے اپنے مزاحیہ انداز میں کہا ہے۔

گورنمنٹ کی خیر یارو مناؤ
انا الحق کہو اور پھانسی نہ پاؤ

میں قدامت پسند ہندوؤں کے اس مطالبہ کے لئے پوری ہمدردی رکھتا ہوں، جو انہوں نے نئے دستور میں مذہبی مصلحین کے خلاف پیش کی ہے یقیناً یہ مطالبہ مسلمانوں کی طرف سے پہلے ہونا چاہیے تھا۔ جو ہندوؤں کے برعکس اپنے اجتماعی نظام میں نسلی تخیل کو دخل نہیں دیتے۔

حکومت کو موجودہ صورتِ حالات پر غور کرنا چاہیے اور اس اہم معاملہ میں جو قومی وحدت کے لئے اشد اہم ہے۔ عام مسلمان کی ذہنیت کا اندازہ لگانا چاہیے۔ اگر کسی قوم کی وحدت خطرے میں ہو، تو اس کے سوا چارۂ کار نہیں رہتا کہ وہ معاندانہ قوتوں کے خلاف اپنی مدافعت کرے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مدافعت کا کیا طریقہ ہے؟ اور وہ طریقہ یہی ہے کہ اصل جماعت جس شخص کو تلعب بالدین کرتے پائے، اس کے دعاوی کو تحریر و تقریر کے ذریعہ سے جھٹلایا جائے۔ پھر کیا یہ مناسب ہے کہ اصل جماعت کو رواداری کی تلقین کی جائے۔ حالانکہ اس کی وحدت خطرہ میں ہو اور باغی گروہ کو تبلیغ کی پوری اجازت ہو، اگر چہ وہ تبلیغ جھوٹ اور دشنام سے لبریز ہو۔ اگر کوئی گروہ جو اصل جماعت کے نقطۂ نظر سے باغی ہے، حکومت کے لئے مفید ہے تو حکومت اس کی خدمات کی صلہ دینے کی پوری طرح مجاز ہے۔ دوسری جماعتوں کو اس سے کوئی شکایت پیدا نہیں ہو سکتی۔ لیکن یہ توقع رکھنا بیکار ہے کہ خود جماعت ایسی قوتوں کو نظر انداز کر دے، جو اس کے اجتماعی وجود کے لئے خطرہ ہیں، اس مقام پر یہ دہرانے کی غالباً ضرورت نہیں کہ مسلمانوں کے بے شمار مذہبی فرقوں کے مذہبی تنازعوں کا ان بنیادی مسائل پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ جن مسائل پر سب فرقے متفق ہیں۔ اگر چہ وہ ایک دوسرے پر الحاد کا فتویٰ ہی دیتے ہیں۔ ایک اور چیز

بھی حکومت کی خاص توجہ کی محتاج ہے ہندوستان میں مذہبی مدعیوں کی حوصلہ افزائی کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ لوگ مذہب سے عموماً بیزار ہونے لگتے ہیں اور بالآخر مذہب کے اہم عنصر کو ہی اپنی زندگی سے علیحدہ کر دیتے ہیں۔ ہندوستانی دماغ ایسی صورت میں مذہب کی جگہ کوئی اور بدل پیدا کرے گا جس کی شکل روس کی دہری مادیت سے ملتی جلتی ہوگی۔ (حرف اقبالؒ ۱۲۱ تا ۱۲۷)

علامہ اقبالؒ نے ایک خط اخبار کو قادیانیوں کے رد میں لکھا جو کہ درج ذیل ہے۔

(نوٹ: اخبار اسٹیٹمن نے علامہ کا بیان قادیانی اور جمہور مسلمان شائع کیا۔ اور اس پر اپنے اداریہ میں تنقید بھی کی۔ مندرجہ ذیل خط اس کے جواب میں لکھا گیا۔ اور ۱۰ جون ۱۹۳۵ء کو اشاعت میں طبع ہوا۔)

میرے بیان مطبوعہ ۱۴ مئی پر آپ نے تنقیدی اداریہ لکھا۔ اس کے لئے میں آپ کا ممنون ہوں جو سوال آپ نے اپنے مضمون میں اٹھایا ہے۔ وہ فی الواقع بہت اہم ہے۔ اور مجھے مسرت ہے۔ کہ آپ نے اس سوال کی اہمیت کو محسوس کیا۔ مین نے اپنے بیان میں اسے نظر انداز کر دیا تھا۔ کیونکہ میں سمجھتا تھا۔ کہ قادیانیوں کی تفریق کی پالیسی کے پیش نظر جو انہوں نے مذہبی اور معاشرتی معاملات میں ایک نئی نبوت کا اعلان کر کے اختیار کی ہے۔ خود حکومت کا فرض ہے کہ وہ قادیانیوں اور مسلمانوں کے بنیادی اختلافات کا لحاظ رکھتے ہوئے آئینی قدم اٹھائے۔ اور اس کا انتظار نہ کرے۔ کہ مسلمان کب مطالبہ کرتے ہیں۔ اور مجھے اس احساس میں حکومت کے سکھوں کے متعلق رویہ سے بھی تقویت ملی۔ سکھ ۱۹۱۹ء تک آئینی طور پر علیحدہ سیاسی جماعت تصور نہیں کئے جاتے تھے۔ لیکن اس کے بعد ایک علیحدہ جماعت تسلیم کر لئے گئے حالانکہ انہوں نے کوئی مطالبہ نہیں کیا تھا۔ بلکہ لاہور ہائیکورٹ نے فیصلہ کیا تھا۔ کہ سکھ ہندو ہیں۔

اب چونکہ آپ نے یہ سوال پیدا کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں۔ اس مسئلہ کے متعلق جو برطانوی اور مسلم دونوں کے زاویۂ نگاہ سے نہایت اہم ہے۔ چند معروضات پیش کروں۔ آپ چاہتے ہیں۔ کہ میں واضح کروں۔ کہ حکومت جب کسی جماعت کے مذہبی اختلافات کو تسلیم کرتی ہے۔ تو میں اسے کس حد تک گوارا کر سکتا ہوں۔ سو عرض ہے۔ کہ:

اولاً:۔ اسلام لازماً ایک دینی جماعت ہے جس کے حدود متقرر ہیں۔ یعنی وحدت الوہیت پر ایمان۔ انبیاء پر ایمان، اور رسول کریم کی ختم رسالت پر ایمان، دراصل یہ آخری یقین ہی وہ حقیقت ہے۔ جو مسلم اور غیر مسلم کے درمیان جبراً امتیاز ہے۔ اور اس امر کے لئے فیصلہ کن ہے۔ کہ کوئی فرد یا گروہ ملتِ اسلامیہ میں شامل ہے، یا نہیں۔ مثلاً برہمو خدا پر یقین رکھتے ہیں۔ اور رسول کریم کو خدا کا پیغمبر مانتے ہیں۔ لیکن انہیں ملتِ اسلامیہ میں شمار نہیں کیا جاتا، کیونکہ قادیانیوں کی طرح وہ انبیاء کے ذریعہ وحی کے تسلسل پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور رسول کریم ﷺ کی ختم نبوت کو نہیں مانتے۔ یہاں تک مجھے معلوم ہے۔ کوئی اسلامی فرقہ اس حد فاصل کو عبور کرنے کی جسارت نہیں کر سکا۔ ایران میں ''بہائیوں'' نے ختم نبوت کے اصول کو صریحاً جھٹلایا۔ لیکن ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی تسلیم کیا۔ کہ وہ الگ جماعت ہیں۔ اور مسلمانوں میں شامل نہیں ہیں۔ ہمارا ایمان ہے، کہ اسلام بحیثیت دین کے خدا کی طرف سے ظاہر ہوا۔ لیکن اسلام بحیثیت سوسائٹی یا ملت کے رسول کریم ﷺ کی شخصیت کا مرہونِ منت ہے۔ میری رائے میں قادیانیوں کے سامنے صرف دو راہیں ہیں۔ یا وہ بہائیوں کی تقلید کریں۔ یا پھر ختم نبوت کی تاویلوں کو چھوڑ کر اس اصول کو اس کے پورے مفہوم کے ساتھ قبول کر لیں۔ ان کی جدید تاویلیں محض اس غرض سے ہیں۔ کہ ان کا شمار حلقہ اسلام میں ہو۔ تاکہ انہیں سیاسی فوائد پہنچ جائیں۔

ثانیاً:۔ ہمیں قادیانیوں کی حکمت عملی اور دنیائے اسلام سے متعلق ان کے رویہ کو فراموش نہیں کرنا چاہئے۔ بانی تحریک نے ملتِ اسلامیہ کو سڑے ہوئے دودھ سے تشبیہ دی تھی۔ اور اپنی جماعت کو تازہ دودھ سے۔ اور اپنے مقلدین کو ملتِ اسلامیہ سے میل جول رکھنے سے اجتناب کا حکم دیا تھا۔ علاوہ بریں ان کا دین کے بنیادی اصولوں سے انکار اپنی جماعت کا نیا نام (احمدی) مسلمانوں کی قیام نماز سے قطع تعلق، نکاح وغیرہ کے معاملات میں مسلمانوں سے بائیکاٹ، اور ان سب سے بڑھ کر یہ اعلان کہ تمام دنیائے اسلام کافر ہے۔ یہ تمام امور قادیانیوں کی علیحدگی پر وال ہیں۔ جیسے سکھ ہندوؤں سے، کیونکہ سکھ ہندو مندروں میں پوجا نہیں کرتے۔

ثالثاً:۔ اس امر کو سمجھنے کے لئے کسی خاص ذہانت یا غور وفکر کی ضرورت نہیں ہے۔ کہ جب

قادیانی مذہبی اور معاشرتی معاملات میں علیحدگی کی پالیسی اختیار کرتے ہیں۔ پھر وہ سیاسی طور پر مسلمانوں میں شامل رہنے کے لئے کیوں مضطرب ہیں۔

علاوہ سرکاری ملازمتوں کے فوائد کے ان کی موجودہ آبادی جو ۵۶۰۰۰ (چھپن ہزار) ہے۔ انہیں کسی اسمبلی میں ایک نشست بھی نہیں مل سکتی۔ یہ واقعہ اس امر کا ثبوت ہے، کہ قادیانیوں نے اپنی جداگانہ سیاسی حیثیت کا مطالبہ نہیں کیا۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں۔ کہ مجالس قانون ساز میں ان کی نمائندگی نہیں ہو سکتی۔ نئے دستور میں ایسی اقلیتوں کے تحفظ کا علیحدہ لحاظ رکھا گیا ہے۔ لیکن میرے خیال میں قادیانی حکومت سے کبھی علیحدگی کا مطالبہ کرنے میں پہل نہیں کریں گے۔

ملتِ اسلامیہ کو اس مطالبہ کا پورا حق ہے۔ کہ قادیانیوں کو علیحدہ کر دیا جائے اگر حکومت نے یہ مطالبہ تسلیم نہ کیا، تو مسلمانوں کو شک گزرے گا۔ کہ حکومت اس نئے مذہب کی علیحدگی میں دیر کر رہی ہے۔ کیونکہ وہ ابھی اس قابل نہیں، کہ چھوٹی جماعت کی حیثیت سے مسلمانوں کی برائے نام اکثریت کو ضرب پہنچا سکے۔ حکومت نے ۱۹۱۹ء میں سکھوں کی طرف سے علیحدگی کے مطالبہ کا انتظار نہ کیا۔ اب وہ قادیانیوں سے ایسے مطالبے کے لئے کیوں انتظار کر رہی ہے؟

(حرفِ اقبالؒ ص ۱۳۰ تا ص ۱۳۸ بحوالہ اخبار سٹیٹمین)

اس سے ان نوجوانوں اور جدید دانشوروں کو یہ بات سمجھ لینی چاہئے، کہ رواداری اور تقریب بین المذاہب کے عنوانات کو استعمال کر کے قادیانی عام سادہ لوح دانشوروں کو دھوکہ تو دے سکتے ہیں، لیکن اپنا آپ کو ملت اسلامیہ میں کبھی شمار نہیں کر سکتے جسے علامہ اقبالؒ نے عام فہم زبان میں ان کا دھوکہ طشت از بام کر دیا اور ختم نبوۃ کا حقیقی معنی و مفہوم واضح کر دیا، اس لیے اگر مولویوں کی بات ان لبرل حضرات کو بری لگے تو علامہ اقبالؒ کے اس مضمون اور وضاحتی بیان کو غور سے سمجھنے کی ضرورت ہے۔

کوئی بتلائے کیسے سراپا لکھوں ، کوئی ہے! وہ کہ میں جس کو تجھ سا کہوں
توبہ توبہ !نہیں کوئی تجھ سا نہیں ، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں
اے رسول امیں خاتم المرسلیں تجھ سا کوئی نہیں ، تجھ سا کوئی نہیں

سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں

از: سید کمال اللہ بختیاری ندوی

”اللہ تعالیٰ نے دین کی ترویج و تقسیم کا کام آدم علیہ السلام سے شروع کیا اور بالآخر سید المرسلین خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ زریں سلسلہ مکمل و ختم فرمادیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہی دین لے کر آئے جو دیگر انبیاء کرام لے کر آئے تھے جو ابتدا آفرینش سے تمام رسولوں کا دین تھا اسی دین کو تمام آمیزیشوں سے پاک کر کے اس کی اصل خالص صورت میں پیش کیا اب خدا کا حکم اس کا دین اس کا قانون وہ ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی خدا کی نافرمانی ہے کلمہ طیبہ کی استدلالی و منطقی توجیہ یہ ہے کہ اس میں پہلے تمام خداؤں کا انکار پھر ایک خدائے وحدہ لاشریک لہ کا اقرار ہے اسی طرح تمام انبیاء کی سابقہ شریعتوں وطریقوں پر عمل کرنے کا انکار ہے (اس لئے کہ تمام شریعتیں شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں سموگئی ہیں) اور صرف اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر چلنے کا اقرار ہے۔

قصر اسلام میں ایک اینٹ کی جگہ خالی رہ گئی تھی سو وہ آپ کے ذریعے اللہ نے پُر کردی۔ آپ کی رسالت نسل انسانی پر اللہ کی سب سے بڑی رحمت اور نعمت غیر مترقبہ ہے۔ نزولِ کتب وصحف کا سلسلہ وطریقہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر منقطع کردیا گیا۔ سلسلہ نبوت ورسالت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کردیا گیا۔ اب آپ کے بعد کوئی رسول یا نبی نہیں آئیگا۔ قرآن کی طرح آپ کی رسالت ونبوت بھی آفاقی وعالمگیر ہے جس طرح تعلیمات قرآنی پر عمل پیرا ہونا فرض ہے اسی طرح تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنا فرض ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت تمام جن وانس کیلئے عام ہے دنیا کی ساری قومیں اور نسلیں آپ کی مدعو ہیں تمام انبیاء کرام میں رسالت کی بین الاقوامی خصوصیت اور نبوت کی ہیشگی کا امتیاز صرف آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم گروہ انبیاء کرام کے آخری فرد ہیں اور سلسلہ نبوت ورسالت کی آخری کڑی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ

وسلم خلاصہ انسانیت ہیں۔“

ختم نبوت قرآنی آیات کی روشنی میں

ختم نبوت اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے اسلام کی ساری خصوصیات اور امتیازات اسی پر موقوف ہیں۔ ختم نبوت ہی کے عقیدہ میں اسلام کا کمال اور دوام باقی ہے۔ چنانچہ اس آیت میں اس کی پوری وضاحت اور ہر طرح کی صراحت موجود ہے ”مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا“ نہیں ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ لیکن اللہ کے رسول اور تمام انبیاء کے سلسلہ کو ختم کرنے والے ہیں اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم علیہ وسلم کے متعلق اس آیت میں جو اعلان کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری رسول ہیں۔ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کے بعد کوئی رسول آنے والا نہیں ہے اس قرآنی اعلان کا مقصد محض فہرست انبیاء ورسل کے پورے ہوجانے کی اطلاع دینا نہیں ہے بلکہ اس قرآنی اعلان اور پیغام کا مقصد یہ بتانا ہے کہ اگرچہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ نبوت دنیا میں رہ جانے والی نہیں ہے مگر آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا بدل کارِ نبوت کی شکل میں ہمیشہ تا قیامت باقی ہے۔ اللہ نے اس آیت میں خاتم الرسل یا خاتم المرسلین لفظ کے بجائے خاتم النّبیین کا لفظ اختیار فرمایا ہے اس میں قابل غور نکتہ یہ ہے کہ نبی میں عمومیت ہوتی ہے اور رسول میں خصوصیت ہوتی ہے نبی وہ ہوتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ اصلاح خلق کیلئے منتخب فرماتا اور اپنی وحی سے مشرف فرماتا ہے اور اس کے لئے کوئی مستقل کتاب اور مستقل شریعت نہیں ہوتی ہے۔ پچھلی کتاب و شریعت کے تابع لوگوں کو ہدایت کرنے پر مامور ہوتا ہے جیسے حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب و شریعت کے تابع اور ہدایت کرنے پر مامور تھے۔ رسول وہ ہوتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ مستقل کتاب و مستقل شریعت سے نوازتا ہے جو رسول ہوتا ہے وہ اپنے آپ نبی ہوتا ہے لیکن جو نبی ہوتا ہے وہ رسول نہیں ہوتا لفظ خاتم النّبیین کا صاف مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء کے سلسلہ کو ختم کرنے والے اور سب سے آخر ہیں اب قیامت تک نہ تو نئی شریعت و کتاب کے ساتھ کسی کو منصب

رسالت پر فائز کیا جائے گا اور نہ پچھلی شریعت کے متبع کسی شخص کو نبی بنا کر بھیجا جائے گا۔

اس آیت میں ان لوگوں کے خیال کا رد بھی ہے جو اپنی جاہلانہ رسم و رواج کی بناء پر لے پالک کو حقیقی بیٹا سمجھتے اور بیٹے کا درجہ دیتے تھے۔ زید بن حارثہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ بولے بیٹے تھے چنانچہ جب انھوں نے اپنی بیوی حضرت زینب کو طلاق دیدی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کرلیا تو اس نکاپر طعن کرتے تھے کہ بیٹے کی بیوی سے آپ نے نکاح کرلیا اس آیت میں یہ بتانا مقصود ہے کہ زید بن حارثہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی بیٹے نہیں ہیں وہ تو حارثہ کے بیٹے ہیں مزید تاکید کے طور پر یہ بھی بتا دیا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تم مردوں میں سے کسی جسمانی باپ نہیں ہیں البتہ اللہ کے رسول ہونے کی حیثیت سے سب کے روحانی باپ ضرور ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چار بیٹے قاسم، طیب، طاہر حضرت خدیجہ سے اور ابراہیم حضرت ماریہ قبطیہ سے تھے لیکن ان میں سے کوئی رجال کی حد تک نہیں پہنچا تھا اور اس آیت کے نزول کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی بیٹا نہیں تھا۔ حقیقی باپ ہو تو اس پر نکاح کے حلال وحرام کے احکام عائد ہوتے ہیں لیکن حضرت زید بن حارثہ تو لے پالک بیٹے تھے اس آیت کا مطلب یہ ہوا کہ آپ اُمت کے مردوں میں سے کسی کے بھی نسبی باپ نہیں لیکن روحانی باپ سب کے ہیں۔

یہاں لفظ خاتم پر ایسی روشنی ڈالی جارہی ہے جس سے عقیدہ ختم نبوت کی پوری وضاحت ہوجاتی ہے۔ لفظ خاتم دو قرأتوں سے بھی ثابت ہے۔ امام حسن اور عاصم کی قرأت سے خاتم بفتح التاء ہے اور دوسرے ائمہ قرأت سے خاتم بکسر التاء ہے۔ دونوں کا معنی ایک ہی ہے یعنی انبیاء کے سلسلہ کو ختم کرنے والے اور دونوں کے معنی آخر اور مہر کے ہیں۔ اور مہر کے معنی میں یہ دونوں لفظ استعمال ہوتے ہیں۔ مہر کے یہ معنی ہوئے کہ اب دستاویز مکمل ہوگئی۔ اس میں اب کسی قسم کی گنجائش اضافہ کی ہے نہ کمی کی ہے۔ امام راغب نے مفردات القرآن میں فرمایا ہے: وَخَاتَمُ النُّبُوَّةِ لِاَنَّهٗ خَتَمَ النُّبُوَّةَ الَّتِی تَمَّمَهَا بِمَجِیْئِہٖ ''یعنی آپ کو خاتم النبوت'' اس لئے کہا گیا کہ آپ نے نبوت کو اپنے تشریف لانے سے ختم اور مکمل فرما دیا۔

خاتم القوم سے مراد آخر ہم قبیلے کا آخری آدمی "ختم النبوۃ فطبع علیھا فلا تفتح لاحد بعدہ الی قیام الساعۃ" آپ نے نبوت کو ختم کر دیا اور اس پر مہر لگا دی اب قیامت تک یہ دروازہ نہیں کھلے گا۔

امام غزالی لکھتے ہیں: "انّ الامّۃ فھمت بالاجماع من ھذا اللفظ خاتم النبیّین ومن قرائن احوالہ انّہ فھم عدم نبیّ بعدہ ابدًا وانّہ لیس فیہ تاویلٌ ولا تخصیصٌ فمنکرُ ھذا لا یکون الّا انکار الاجماع" بیشک امت نے اس لفظ خاتم النبیین سے اور اسکے قرائن احوال سے بالاجماع یہی سمجھا ہے کہ اس آیت کا مطلب یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ کوئی نبی ہوگا اور نہ رسول اور نہ اس میں کوئی تاویل چل سکتی ہے اور نہ تخصیص اور اس کا منکر یقیناً اجماع کا منکر ہے۔

ارشاداتِ ربانی فرموداتِ نبوی کی روشنی میں علمائے اُمت وصلحائے ملت نے اجماعی طور پر صدیوں سے اس آیت کا یہی مطلب یعنی ختم نبوت سمجھا اور سمجھایا ہے۔

ختم نبوت احادیث وروایات کی روشنی میں

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ آپ کے تشریف لے جانے کے بعد دشمنانِ اسلام نئے نئے فتنے اٹھائیں گے دین میں طرح طرح کے رخنے ڈالیں گے اور خصوصاً ختم نبوت کے تعلق سے شبہات پیدا کر کے اُمت مسلمہ کو راہِ راست سے ہٹانے کی کوشش کریں گے لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور پیش بندی اُمت کو ان آئندہ خطرات سے آگاہ فرما دیا اور اُمت کو پوری طرح چوکنا کر دیا کہ جو بھی نبوت کا دعویٰ کرے اسے وقت کا دجال باطل پرست اور فتنہ پرور سمجھا جائے اور اسے دین سے خارج کر دیا جائے چنانچہ عقیدۂ ختم نبوت ہر زمانہ میں تمام مسلمانوں کا متفق علیہ عقیدہ رہا ہے اور اس امر میں مسلمانوں کے درمیان کبھی کوئی اختلاف نہیں رہا جس کسی نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا ہے یا جس کسی نے بھی دعویٰ کو قبول کیا ہے اسے متفقہ طور پر اسلام سے خارج سمجھا گیا ہے اس پر تاریخ کے بہت سے واقعات شاہد ہیں۔ چند مندرجہ ذیل پیش کیے جا رہے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے دور میں اسود عنسی نے نبوت کا دعویٰ کیا تو آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو اس کے قتل کیلئے روانہ فرمایا۔ صحابی رسول نے جا کر اسود عنسی کا قصہ تمام کر دیا۔ حضرت عروۃ بن الزبیرؓ کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات کے ایک دن پہلے اسود عنسی کے مارے جانے کی خوشخبری ملی تو آپ نے خوشی کا اظہار فرمایا۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دور میں سب سے پہلے جو کام ہوا وہ یہ تھا کہ حضرت ابو بکرؓ نے مسیلمہ کذاب جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اسکی سرکوبی کیلئے حضرت خالد بن ولیدؓ کو صحابہ کرام کی ایک جماعت کے ساتھ روانہ فرمایا تو حضرت خالد بن ولیدؓ نے مسیلمہ بن کذاب سمیت اٹھائیس ہزار جوانوں کو ٹھکانے لگا کر فاتح کی حیثیت سے مدینہ واپس ہوئے۔ صدیقی دور میں ایک اور شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا جس کا نام طلیحہ بن خویلد بتایا جاتا ہے اس کے قتل کیلئے بھی حضرت خالد بن ولید روانہ کئے گئے تھے۔

”اسی طرح خلیفہ عبدالملک کے دور میں جب حارث نامی شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا تو خلیفہ وقت نے صحابہ و تابعین سے فتوے لیے اور متفقہ طور پر اسے قتل کیا گیا۔ خلیفہ ہارون رشید نے بھی اپنے دور میں نبوت کا دعویٰ کرنے والے شخص کو علماء کے متفقہ فتویٰ پر قتل کی سزا دی ہے“۔

امام ابو حنیفہؒ کے زمانے میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا اور کہا کہ مجھے موقع دو کہ میں اپنی نبوت کے علامات پیش کروں اس پر امام اعظم نے فرمایا کہ جو شخص اس سے نبوت کی کوئی علامت طلب کرے گا وہ بھی کافر ہو جائے گا کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں کہ ”لَا نَبِیَّ بَعْدِی“ غرض یہ کہ شروع سے اب تک تمام اسلامی عدالتوں اور درباروں کا یہی فیصلہ رہا ہے کہ نبوت کا دعویٰ کرنے والے اور اسے ماننے والے کافر مرتد اور واجب القتل ہیں۔

اب آیئے ذرا احادیث کی روشنی میں ختم نبوت پر روشنی ڈالی جائے ”قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الرِّسَالَۃَ النُّبُوَّۃَ قَدْ اِنْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِی وَلَا نَبِیَّ“ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رسالت و نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا میرے بعد اب کوئی رسول ہے اور نہ نبی۔

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ مَثَلِیْ وَمَثَلَ الْاَنْبِیَاءِ مِنْ قَبْلِیْ کَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰی بَیْتًا فَاَحْسَنَہٗ وَاَجْمَلَہٗ اِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَۃٍ مِنْ زَاوِیَۃٍ فَجَعَلَ النَّاسُ یَطُوْفُوْنَ بِہٖ یَعْجَبُوْنَ لَہٗ وَیَقُوْلُوْنَ

هَلاَّ وُضِعَتْ هٰذِهِ اللَّبِنَةُ قَالَ فَأَنَا اللَّبِنَةُ وَأَنَا خَاتِمُ النَّبِيِّيْنَ'' ۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اور مجھ سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے ایک عمارت بنائی اور خوب حسین وجمیل بنائی مگر ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوٹی ہوئی تھی لوگ اس عمارت کے گرد پھرتے اور اظہارِ حیرت کرتے اور کہتے تھے کہ اس جگہ ایک اینٹ نہیں رکھی گئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو وہ اینٹ میں ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں یعنی میرے آنے کے بعد اب کوئی جگہ باقی نہیں ہے نبوت کی عمارت مکمل ہو چکی ہے۔

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَانَبِيَّ بَعْدِيْ وَلَا أُمَّةَ بَعْدِيْ'' رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد کوئی نبی نہیں اور میری اُمت کے بعد کوئی امت نہیں یعنی کسی نئے آنے والے نبی کی امت نہیں۔

''قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجِئْتُ فَخَتَمْتُ الْاَنْبِيَاءَ ''پس میں آیا اور میں نے انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا۔

''قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا مُحَمَّدٌ وَاَنَا اَحْمَدُ وَاَنَا الْمَاحِيْ الَّذِيْ يُمْحٰى بِيَ الْكُفْرُ وَاَنَا الْحَاشِرُ يُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰى عَقِبِيْ وَاَنَا الْعَاقِبُ الَّذِيْ لَيْسَ بَعْدَهُ نَبِيٌّ '' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں محمد ہوں میں احمد ہوں میں ماحی ہوں کہ میرے ذریعے سے کفر محو کیا جائے گا میں حاشر ہوں کہ میرے بعد لوگ حشر میں جمع کیے جائیں گے یعنی میرے بعد اب بس قیامت ہی آنی ہے اور میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔

''اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فُضِّلْتُ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ اُعْطِيْتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَاُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَجُعِلَتْ لِيَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُوْرًا وَاُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّوْنَ'' آنحضرت نے فرمایا مجھے چھ باتوں میں دیگر انبیاء پر فضیلت دی گئی ہے: (۱) مجھے جامع ومختصر بات کہنے کی صلاحیت دی گئی، (۲) مجھے رعب کے ذریعے نصرت بخشی گئی، (۳) میرے لئے اموالِ غنیمت حلال کئے گئے، (۴) میرے لئے زمین کو مسجد بھی بنا دیا گیا اور

پاکیزگی حاصل کرنے کا ذریعہ بھی یعنی میری شریعت میں نماز مخصوص عبادت گاہوں میں ہی نہیں بلکہ روئے زمین میں ہر جگہ پڑھی جاسکتی ہے اور پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمّم کر کے وضو کی حاجت بھی پوری کی جاسکتی ہے، (۵) مجھے تمام دنیا کیلئے رسول بنایا گیا ہے (۶) اور میرے اوپر انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔"

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ کَانَ بَعْدِی نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو عمر بن الخطاب ہوتے۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم کر دی گئی ہے اب کسی کو کسی طرح کی بھی نبوت نہیں مل سکتی۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِعَلِیٍّ اَنْتَ مِنِّی بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی اِلَّا اَنَّہٗ لَانَبِیَّ بَعْدِی ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے ارشاد فرمایا کہ میرے ساتھ تمہاری نسبت وہی ہے جو موسیٰ کے ساتھ ہارون کی تھی مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

"قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ کَانَ مُوْسٰی حَیًّا لَمَا وَسِعَہٗ اِلَّا اِتِّبَاعِی " اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو ان کیلئے میری پیروی کے علاوہ چارہ کار نہ تھا۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے اولوالعزم پیغمبر کے تعلق سے یہ وضاحت فرمادی کہ اگر موسیٰ بھی دوبارہ اس دنیا میں آتے تو انہیں میری شریعت پر ایک امتی کی حیثیت سے عمل پیرا ہونا پڑتا۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مستقبل کے بارے میں بتادیا کہ جب عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نزول فرمائیں گے تو ان کی بھی حیثیت امتی کی ہوگی۔ حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے: "قَالَ النَّبِیُّ کَیْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ عِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ فِیْکُمْ وَاِمَامُکُمْ مِنْکُمْ" رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا کیا حال ہوگا جب ابن مریم تمہارے درمیان اتریں گے اور تمہارا قائد تمہیں میں سے ہوگا۔

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "کَانَتْ بَنُوْ اِسْرَائِیْلَ تَسُوْسُھُمُ الْاَنْبِیَاءُ کُلَّمَا ھَلَکَ نَبِیٌّ خَلَفَہٗ وَاِنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِی وَسَیَکُوْنُ خُلَفَاءُ" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنی

اسرائیل کی قیادت انبیاء کیا کرتے تھے جب کوئی نبی فوت پایا جاتا تو دوسرا نبی اس کا جانشین ہو جاتا تھا مگر میرے بعد کوئی نبی نہ ہو گا بلکہ خلفاء ہوں گے۔

حضرت آدم علیہ السلام سے نبوت کا سلسلہ شروع ہوا۔ انبیاء آتے رہے اور اسلام کی تعلیمات کو پیش کرتے رہے۔ اس طرح اسلام بتدریج تکمیل کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ عمارت کا آخری پتھر سلسلہ انبیاء کے آخری نبی، رسولوں کی فہرست کے آخری رسول محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہو گیا نبوت کے سلسلہ کو بند کرنا تھا تو نبی کے خلفاء کی طرف اشارہ کیا گیا اور خلافت رسول کا وعدہ کیا گیا۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ وعدہ کرلیا اللہ نے ان لوگوں سے جو تم میں ایمان لائے اور نیک عمل کئے۔ یقیناً ان کو خلافت ارضی عطا کرے گا۔

ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم اکابرِ اُمت کی تحقیقات کی روشنی میں

علامہ ابن جریرؒ اپنی مشہور تفسیر میں سورۃ احزاب کی آیت کی تشریح میں ختم نبوت کے تعلق سے یوں رقمطراز ہیں اللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم کردی اور اس پر مہر لگادی اب یہ دروازہ قیامت تک کسی کیلئے نہیں کھلے گا۔

امام طحاویؒ اپنی کتاب (العقیدۃ السلفیہ) میں ختم نبوت کے بارے میں ائمہ سلف خصوصاً امام ابوحنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ کے اقوال کی روشنی میں لکھتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے اوراس کے محبوب اور آخری نبی ہیں اور یہ بھی لکھتے ہیں کہ سیدالانبیاء وسیدالمرسلین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم رب العالمین کے محبوب ہیں۔

علامہ امام غزالیؒ فرماتے ہیں اس امر (ختم نبوت) پر اُمت مسلمہ کا کامل اجماع ہے کہ اللہ کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں اور پوری اُمت اس بات پر متفق ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "لَا نَبِيَّ بَعْدِي" سے مراد یہی ہے کہ ان کے بعد نہ کوئی نبی اور نہ رسول ہو گا جو شخص بھی اس حدیث کا کوئی اور مطلب بیان کرے وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے اس کی تشریح باطل اور اس کی تحریر کفر ہے۔ علاوہ ازیں امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ اس کے سوا اس کی

کوئی تشریح نہیں جو اس کا انکار کرے وہ اجماع امت کا منکر ہے۔

علامہ زمخشریؒ اپنی تفسیر الکشاف میں لکھتے ہیں: اگر آپ یہ سوال کریں کہ جب یہ عقیدہ ہو کہ اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت سے پہلے آخری زمانے میں نازل ہوں گے تو پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی کیسے ہو سکتے ہیں میں کہتا ہوں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس معنی میں آخری ہیں کہ ان کے بعد کوئی اور شخص نبی کی حیثیت سے مبعوث نہ ہوگا۔ رہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معاملہ تو وہ ان انبیاء کرام میں سے ہیں جنھیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے نبوت سے سرفراز کیا گیا تھا اور جب وہ دوبارہ آئیں گے تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے متبع ہوں گے اور انھیں کے قبلہ الکعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھیں گے۔

علامہ ابن کثیرؒ تحریر فرماتے ہیں "یہ آیت (یعنی سورہ احزاب والی) اس امر میں نص ہے کہ انکے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا کیونکہ مقامِ رسالت مقامِ نبوت سے اخص ہے کیونکہ ہر رسول نبی ہوتا ہے اور ہر نبی رسول نہیں ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو شخص بھی اس منصب کا دعویٰ کرتا ہے وہ کذاب دجال مفتری اور کافر ہے خواہ وہ کسی قسم کے غیر معمولی کرشمے اور جادوگری کے طلاسم دکھاتا پھرے اور اسی طرح قیامت تک جو شخص بھی اس منصب کا مدعی ہو وہ کذاب ہے۔

علامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں نبی کا لفظ عام ہے اور رسول خاص ہے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے سے خاتم المرسلین ہونا لازمی ہے کہ اس دنیا میں آپ کے منصب نبوت پر فائز ہونے کے بعد کسی بھی انسان یا جن کو یہ منصب نصیب نہیں ہوگا۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ اس آیت "وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا" کے تحت لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے آگاہ ہے اور جانتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب نازل ہوں گے تو وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے پیروکار ہوں گے۔

علامہ بیضاویؒ یوں رقمطراز ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء کرام کی آخری کڑی ہیں

جنھوں نے ان کے سلسلہ کو ختم کر دیا ہے اور سلسلہ نبوت پر مہر لگا دی ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت ثانیہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کی تردید نہیں ہوتی کیوں کہ وہ جب آئیں گے تو انہی کے شریعت کے پیروکار ہوں گے۔

تاج العروس میں اس طرح ہے: ''وَمِنْ اَسْمَائِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْخَاتِمُ وَالْخَاتَمُ وَهُوَ الَّذِىْ فَقَدَ النُّبُوَّةَ بِمَجِيْئِهٖ '' رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموں میں سے خاتم اور خاتَم بھی ہیں جن کا معنی یہ ہے کہ ان کی آمد پر نبوت ختم ہو گی۔

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ کی کتاب سے مضمون بعنوان ''منکرین ختم نبوت وسنت کا مغالطہ اور اس کا مدلل اور معقول جواب'' پیش خدمت ہے۔ واقعی حکیم الاسلام کا یہ جواب اتنا مدلل اور معقول ہے کہ اس سے گمراہ فرقہ قادیانیوں کی سازش کو سمجھنے اور بھولے بھالے مسلمانوں کو ان کے فتنہ سے بچانے میں بڑی مدد ملتی ہے۔

''اس میں اکثر قادیانی یہ مغالطہ دیتے ہیں کہ نبوت تو دنیا کیلئے رحمت ہے جب نبوت ختم ہو گئی اور زحمت پیدا ہو گئی۔ نبوت تو ایک نور ہے جب وہ نور نہ رہا تو دنیا میں ظلمت پیدا ہو گئی تو اس میں (معاذ اللہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے کہ آپ دنیا کو زحمت دینے کیلئے آئے یا دنیا میں معاذ اللہ ظلمت پیدا کرنے کیلئے آئے کہ نور ہی ختم کر دیا اور رحمت ہی ختم کر دی یہ ایک مغالطہ ہے اور مغالطہ واقع ہوا ہے ختم نبوت کے معنی سمجھنے کے اندر یا تو سمجھا نہیں ان لوگوں نے یا سمجھ کر جان بوجھ کر دغا اور فریب سے کام لیا ہے۔

ختم نبوت کے معنی قطعِ نبوت کے نہیں ہیں کہ نبوت منقطع ہو گئی ختم نبوت کے حقیقی معنی تکمیل نبوت کے ہیں کہ نبوت اپنی انتہا کو پہنچ کر حد کمال کو پہنچ گئی ہے اب کوئی درجہ نبوت کا ایسا باقی نہیں رہا کہ بعد میں کوئی نبی لایا جائے اور اس درجہ کو پورا کرایا جائے۔ ایک ہی ذاتِ اقدس نے ساری نبوت کو حد کمال پر پہنچا دیا کہ نبوت کامل ہو گئی تو ختم نبوت کے معنی تکمیل نبوت کے ہیں۔ قطع نبوت کے نہیں ہیں گویا کہ ایک ہی نبوت قیامت تک کام دے گی، کسی اور نبی کے آنے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ نبوت

کے جتنے کمالات تھے وہ سب ایک ذاتِ بابرکات میں جمع کردیے گئے۔

اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ جیسے آسمان پر رات کے وقت ستارے چمکتے ہیں ایک نکلا دوسرا تیسرا اور پھر لاکھوں اور کروڑوں کی تعداد میں ستارے جگمگا جاتے ہیں بھرا ہوا ہوتا ہے آسمان ستاروں سے اور روشنی بھی پوری ہوتی ہے لیکن رات رات ہی رہتی ہے دن نہیں ہوتا کروڑوں ستارے جمع ہیں مگر رات ہی ہے روشنی کتنی بھی ہوجائے لیکن جونہی آفتاب نکلنے کا وقت آتا ہے تو ایک ایک ستارہ غائب ہونا شروع ہوتا ہے یہاں تک کہ جب آفتاب نکل آتا ہے تو اب کوئی بھی ستارہ نظر نہیں پڑتا۔ چاند بھی نظر نہیں پڑتا تو یہ مطلب نہیں کہ ستارے غائب ہوگئے دنیا سے بلکہ اس کا نور مدغم ہوگیا۔ آفتاب کے نور میں کہ اب اس نور کے بعد سب کے نور دھیمے پڑ گئے اور وہ سب جذب ہوگئے آفتاب کے نور میں اب آفتاب ہی کا نور کافی ہے کسی اور ستارے کی ضرورت نہیں اور نکلے گا تو اس کا چمکنا ہی نظر نہیں آئے گا آفتاب کے نور میں مغلوب ہوجائے گا تو یوں نہیں کہیں گے کہ آفتاب نے نکلنے کے بعد دنیا میں ظلمت پیدا کردی نور کو ختم کردیا بلکہ یوں کہا جائے گا کہ نور کو اتنا مکمل کردیا کہ اب چھوٹے موٹے ستاروں کی ضرورت باقی نہیں رہی۔

آفتاب کافی ہے غروب تک پورا دن اسی کی روشنی میں چلے گا تو اور انبیاء بمنزلہ ستاروں کے ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بمنزلہ آفتاب کے ہیں جب آفتاب طلوع ہوگیا اور ستارے غائب ہوگئے تو یہ مطلب نہیں ہے کہ نبوت ختم ہوگئی بلکہ اتنی مکمل ہوگئی کہ اب قیامت تک کسی نبوت کی ضرورت نہیں گویا نبوت کی فہرست تھی جس پر مہر لگ گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر لگادی اب کوئی نبی زائد ہوگا نہ کم ہوگا یہ ممکن ہے کہ بیچ میں سے کسی نبی کو بعد میں لے آیا جائے جیسے عیسیٰ علیہ السلام بعد میں نازل ہوں گے مگر وہ اسی فہرست میں داخل ہوں گے اور ان کی تتبع کی حیثیت ہوگی یہ نہیں ہے کہ کوئی جدید نبی داخل ہو۔ پچھلے نبی کو اگر اللہ تعالیٰ لانا چاہیں تو لائیں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فہرست مکمل کردی کہ اب نہ کوئی نبی زائد ہوسکتا ہے نہ کم ہوسکتا ہے۔

سید الملۃ الفقہ قطب العالم قطب الاقطاب

حضرت رائے

مجالس شاہ عبدالقادر رائپوری قدس سرہ

عصر کی نماز کے بعد حضرت والاؒ کی خدمت میں عریضے رائے پور اور سہار نپور سے آئے ہوئے عرض کیے گئے۔ مغرب کے بعد مولانا عبدالوہاب خان صاحب کے بھائی سے دوران گفتگو حضرت والاؒ نے فرمایا کہ تصوف کا مقصد یقین کا حصول ہے باقی علوم ان کے متعلق کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ صحیح ہوتے ہیں یا خیالات یعنی مکاشفات ہونے لگتے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ جدید فلسفہ قدیم سے زیادہ نازک، دقیق اور ترقی یافتہ ہے نیز واقعات سے زیادہ متعلق ہے کیونکہ علوم طبیعیہ میں جو ترقی ہوتی ہے وہ اس کے ارتقاء کا باعث ہوگئی ہے۔ رہے صوفیاء کے کشفی علوم ان کے متعلق میرا خیال ہے کہ جیسے خیالاتِ تعلیم و تعلم یا اور کسی اثر ماحول وغیرہ سے ہوجاتے ہیں ان کے رنگ میں مکاشفات ہوتے ہیں۔ حضرت ابن عربیؒ کو وہی باتیں کشف میں محسوس ہوئیں جو فلاسفرانِ یونان نے کی ہیں۔ جتنے ستارے انہوں نے بیان کے ہیں ان سے زائد ایک ستارہ بھی ان کو نظر نہیں آیا۔ اور آسمان میں بھی یہیں حال ہے۔ اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ انسان کے جو عقائد ہوتے ہیں تصوف ان کے رنگ کو جمادیتا ہے ان میں یقین پیدا کردیتا ہے۔ خود کوئی علوم نہیں دیتا۔ حضرت والاؒ نے اس خیال کی تصویب فرمائی کہ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ تصوف سے پہلے عقائدِ صحیحہ کا علم اور دین کے عقائدِ حقہ کی تعلیم حاصل کرلینا ضروری ہے کیونکہ تصوف یقین محکم کا ذریعہ ہے۔ باقی مکاشفات نہ ہوتو مقبول اور دونوں شقوں سے خارج ہوں تو محمود کہلا سکتے ہیں۔

ایک سید صاحب جو منشی فاضل اور پبلک لائبریری رامپور سٹیٹ لائبریریں بھی رہ چکے ہیں اب یہاں کے ایک کالج میں اُردو کے استاد ہیں۔ ان کے عرض کرنے پر حضرت والاؒ نے اپنے مخصوص رنگ میں ایک مفصل اور بہت دلنشین تقریر فرمائی۔ فرمایا کہ اب مسلمانوں کو بجائے دوسروں کی غلطیوں

اور زیادتیوں کا ماتم کرنے اور شکوہ کرنے کے اپنی غلطیوں کو ٹٹولنا چاہیے اور سمجھنا چاہیے کہ موجودہ ناخوشگوار حالات ان کی اپنی غلطیوں کا نتیجہ اور خمیازہ ہیں۔وہ غلطی یہی ہے کہ ہم نے اسلام کو لائحہ عمل زندگی بنانے اور اسلام کو جدید حالات میں کام میں لانے میں کوتاہی کی ہے اس لیے اب اگر چاہتے ہیں کہ یہ حالات بدل جائیں تو دعا اور عمل سے خدا کی طرف رجوع کریں۔اخلاق درست کریں۔ اگر ایسا کرلیا تو اجتماعی مشکلات بالکل رفع ہوجائیں گی حقیقتاً یہ جو خلاف طبع حالات روز بروز پیش آرہے ہیں۔اپنے ہی ہاتھوں کے کرتوت ہیں اگر ہم نیک ہوجائیں تو حالات بھی موافق ہوجائیں گے۔اور اس میں یہ بھی ہے کہ دوسروں کا گِلہ ایک فریب ہے۔جو سچی توبہ اور صحیح جائزہ سے محروم رکھتا ہے۔اس لیے اس کو دل سے نکال دیجیے اور نیک بن جایئے پھر اللہ تعالیٰ کو جس راستہ سے منظور ہوگا حالات کو بدل دے گا۔خواہ ہندو قوم کی اکثریت کو اسلام کی توفیق دیدے یا اور کوئی راستہ پیدا فرمادے کیونکہ اس کا پیدا ہونا ان عملوں کے مناسب حال ہوگا۔آپ کے عملوں سے تو اتنا ہوگا کہ حالات آپ کے موافق ہوجائیں گے اور صورت اس کی وہ ہوگی جو گردو پیش کے حالات کے مناسب ہوگی۔اس میں یہ بھی ہے کہ انانیت کو مٹا ڈالیں دیکھو بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے کفار کے ہاتھوں برباد کرایا کہ ان میں تکبر تھا اور ان کے برباد کرنے والے غیر مسلموں کو اپنے بندے قرار دیا اور اس دوران کے ان مسلمانوں کو مغضوب قرار دیا اس میں یہ بھی ہے کہ موجودہ حکومت ہم پر جو احسان کر رہی ہے اس کا شکر یہ بھی ادا کیا جائے احسان بھی مانا جائے یہ نہ ہو کہ وہ دس احسان کرتی رہے اور ہم ایک زیادتی لے کر گاتے پھریں کہ حکومت نے یہ ظلم کردیا اور دس احسان فراموش کردو۔ایسا کرنا بھی خدا کی ناشکری ہے اور اخلاقی خرابی کا سبب ہے۔اس تمام مضمون کو حضرت اقدسؒ نے تقریباً ایک گھنٹے میں نہایت اطمینان سے واضح آیات قرآنی،احادیث نبوی ﷺ سے اقوال بزرگان دین اور دلائل حکیمانہ سے معتبرین اور مدلل بیان فرمایا۔

گوشۂ نفیس

مجلس حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب قدس سرہ

[۱۰/ذوالحج ۱۴۱۵ھ ۱۰/مئی ۱۹۹۵ بروز بدھ]

بعد نمازِ عصر نیچے کی بیٹھک میں حضرت کی خدمت میں حاضری ہوئی۔ مولانا محمد انوریؒ کے صاحبزادے مولانا ایوب الرحمٰن انوری صاحب فیصل آباد سے تشریف لائے ہوئے تھے اُن سے تعارف ہوا۔ مولانا موصوف نے اپنے والدِ محترم کے متعلق بہت سی باتیں بتلائیں۔

فرمایا: میرے والد حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ اور حضرت شاہ عبدالقادرؒ دونوں کے خلیفہ تھے۔ آپ کو حضرت علامہ انور شاہ صاحبؒ سے غایت درجہ تعلق تھا۔ مَیں نے عرض کیا کہ وہ فنافی الشیخ ہوں گے؟

فرمایا: اس سے بھی آگے تھے اُسے بیان نہیں کیا جاسکتا۔ حضرت جب مشہور مقدمۂ بہاولپور میں تشریف لائے ہیں اُس وقت میرے والدِ محترم حضرت کے رفیقِ کار کے طور پر شریک تھے۔ حوالے نکالنا اور لکھنا پڑھنا میرے والد ہی کے ذمہ تھا۔ اسی سفر میں حضرت علامہ انور شاہ صاحبؒ نے میرے والد کو خلافت عطا کی تھی۔

علامہ انور شاہ صاحبؒ میں اخفاء بہت تھا:

فرمایا: حضرت علامہ انور شاہ صاحبؒ میں اِخفاء بہت تھا۔ اکثر لوگ اُنہیں بحیثیت عالم ہی کے جانتے ہیں حالانکہ آپ صوفی بھی تھے، حضرت گنگوہیؒ کے خلیفہ تھے، علم کا آپ پر غلبہ تھا۔ بیعت بہت کم فرماتے تھے۔

ایک مرتبہ ایک صاحب بیعت ہونے کیلئے آئے تو فرمایا مسئلہ پوچھنا ہے تو مَیں بتائے دیتا ہوں اور اگر بیعت ہونا ہے تو رائے پور حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ کی خدمت میں جاؤ۔

فرمایا: جب حضرت کشمیریؒ کا وصال ہوا تو میرے والد کی حالت غیر ہوگئی ہر وقت سراسیمہ و پریشان رہنے لگے۔

ایک دفعہ خواب میں حضرت کی زیارت ہوئی، فرمایا: ہمارے بعد شاہ عبد القادر صاحبؒ سے تعلق قائم کرو، اُدھر حضرت شاہ عبد القادرؒ نے خواب دیکھا کہ حضرت علامہ کشمیریؒ فرمار ہے ہیں کہ محمد انوری کو اپنے سلسلہ میں داخل کرلو چنانچہ آپ حضرت شاہ عبد القادر صاحبؒ سے بیعت ہوئے اور خلافت حاصل کی۔

فرمایا حضرت رائے پوریؒ کا انتقال حاجی عبد المتین صاحبؒ کی کوٹھی میں ہوا ہے۔ یہ کوٹھی شملہ پہاڑی کے پاس ہے۔ اخیر دور میں آپ کا قیام وہیں رہا کرتا تھا۔

فرمایا: مَیں حضرت کے وصال کے بعد وہاں گیا ہوں، وہی روحانیت محسوس ہوتی تھی۔ اب بھی جی چاہتا ہے کہ وہ جگہ جا کر دیکھوں کچھ وقت وہاں گزاروں وہاں انوارات محسوس ہوتے ہیں۔

بزرگوں کے انوارات قائم رہتے ہیں:

حضرت شاہ صاحبؒ نے اس موقع پر فرمایا کہ بزرگوں کے انوارات قائم رہتے ہیں ختم نہیں ہوتے، چنانچہ دہلی میں ایک جگہ گوالوں کا ڈیرہ ہے وہاں گوہ موت سے جگہ بھری ہوئی ہے کچھ اللہ والے وہاں گئے تو اُنھیں وہاں انوارات محسوس ہوئے۔ وہ حیران تھے کہ ایسی جگہ میں انوارات؟ تحقیق کی تو پتہ چلا کہ یہاں حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلویؒ درسِ حدیث دیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ بھی باتیں ہوتی رہیں حتیٰ کہ مغرب کا وقت ہوگیا اور یوں یہ مجلس برخاست ہوئی۔

[ایک صاحب نے سوال کیا کہ حضرت توجہ کیا ہوتی؟ فرمایا: ذکر اذکار کی کثرت اور مجاہدے کے ساتھ یہ استعداد آدمی میں پیدا ہو جاتی ہے کہ دوسرے پر روحانی طور پر اثر ڈال سکتا ہے اسے توجہ کہتے ہیں۔ فرمایا: شاہ عبد الرحیم ولایتیؒ کے متعلق ایک جگہ لکھا ہے کہ اُنھوں نے فرمایا میں اگر کسی پر ایک میل دور بیٹھ کر توجہ ڈالتا ہوں تو اس پر حال طاری ہو جاتا ہے۔]

اسلام میں ایک سے زائد شادیوں کا فلسفہ

محرر: رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی ؒ

جب سے انسانی نسل ظہور میں آئی اور جب سے ہمیں اس انسانی نسل کی معلومات حاصل ہیں، اس وقت سے لے کر آج تک تمام مذاہب اور تمام اقوام جاہل و عالم، سب کا یہ متفقہ رہا ہے کہ انسانی نسل کی عظمت کے لیے مرد و عورت کے درمیان نکاح ضروری ہے، نکاح کے بغیر جو بھی بچہ ہو، اسے کسی سوسائٹی اور مذہب نے جائز قرار نہیں دیا۔

غیر شادی شدہ مرد و عورت کے تعلقات کو ہمیشہ ناجائز تعلقات کہا گیا جبکہ ان تعلقات کو بدمعاشی اور عیاشی سے تعبیر کیا جاتا ہے، اگر تاریخ کو ٹٹولا جائے تو زنا کی سزا ہمیشہ تمام مذاہب میں سخت سے سخت رہی ہے، بالخصوص اسلام نے زنا کی سزا جبکہ زنا کار مرد و عورت غیر شادی شدہ ہو تو سو سو درّے مقرر کیے ہیں اور شادی شدہ اگر ناجائز تعلقات پیدا کریں تو انہیں پتھروں سے مار دینے کا حکم ہے۔

اسلام دنیا میں پہلا دین ہے جس نے عورتوں کی تعداد پر پابندی لگائی کہ چار عورتوں سے زیادہ کوئی مرد شادی نہیں کر سکتا، لیکن اگر وہ ایک سے زیادہ شادی کرے تو اس پر فرض ہے کہ وہ دونوں عورتوں کے درمیان عدل و انصاف قائم کرے، اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو وہ شدید گناہگار ہوگا۔

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام نے چار شادیاں کرنے کا حکم دیا ہے، یہ سمجھنا غلط ہے، اس لیے کہ اسلام نے اس حکم سے چار سے زیادہ شادیاں کرنے کو روک دیا ہے اور چار تک شادیاں کرنے کو جائز قرار دیا ہے نہ کہ ضروری۔

اسلام کا قانون ایک سے زیادہ شادی کرنے کی تو اجازت دیتا ہے لیکن وہ زنا کرنے کی کسی حالت میں اجازت نہیں دیتا۔ اسلام کا قانون نفسِ زنا پر سزا دیتا ہے اور موجودہ مہذب دنیا کے قوانین صرف زنا بالجبر پر سزا دیتے ہیں۔ زنا پر نہیں۔

آج کی مہذب سوسائٹی زنا کو محبت کا نتیجہ کہتی ہے، اس یورپین تہذیب اور مہذب دنیا نے باقاعدہ طور سے ناجائز بچوں کی پرورش کے لیے دروازے کھول رکھے ہیں، دنیا کی مہذب سوسائٹی عورت سے بغیر نکاح کے پیدا شدہ بچے کے بارہ میں سوال نہیں کرتی اور نہ زنا کار مرد و عورت سوسائٹی میں اپنے لیے کوئی ذلت محسوس کرتے ہیں۔

زنا کا جرم یعنی بلا نکاح کے عورت و مرد کے تعلقات، قتل چوری، ڈکیتی سے بھی زیادہ سخت ہیں کیونکہ زانی مرد وعورت سوسائٹی کی طہارت وپاکیزگی اور نسل کو ترقی کی تباہی کا باعث ہوتے ہیں، غیر شادی شدہ مرد وعورت جو زنا کار ہوتے ہیں، ان کو اور ان کی اولاد اگر جنگلی حیوانوں کے سپر کیا جائے تو شاید وہ بھی ان کو قبول نہ کریں۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ نکاح اور اس کے ذریعہ جو اولاد پیدا ہوتی ہے یہی انسانی نسل کو جانوروں سے ممتاز کرتی ہے، ورنہ انسان اور جانور میں کوئی فرق باقی نہیں رہتا۔ جو لوگ اور جو حکومتیں آج یورپ کی تقلید میں ایک عورت سے زیادہ نکاح کو ممنوع قرار دے رہی ہیں، ان کا فرض اولین ہے کہ وہ سب سے پہلے سوسائٹی میں ایسے قوانین بنائیں اور ایسے اخلاق پیدا کریں کہ جن کے ذریعہ زنا ہمیشہ کے لیے بند ہو جائے اور سوسائٹی میں جو بدکاری اور عیاشی کو (محبت) کے نام سے ہوتی ہے اس کو جرم قرار دیا جائے کیونکہ جب تک زنا کو جرم قرار نہیں دیا جائے گا اور اس پر سخت سزائیں نہیں ملیں گی اس وقت تک ایک عورت کے نکاح کی پابندی لگانا زنا کاری اور عیاشی کی امداد کرنا ہے۔

دنیا کا تجربہ ہمیں بتا رہا ہے کہ یورپ اور امریکہ میں ایک مرد کو ایک عورت سے زیادہ کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت نہیں ہے لیکن ہر مرد وعورت نکاح کے بغیر اپنے تعلقات کو جس طرح چاہے قائم رکھ سکتے ہیں، ہندوستانی زبان میں اسی طریقہ کار کا مطلب یہ ہے کہ ایک سے زیادہ عورت سے نکاح نہ کرو مگر داشتہ جتنی چاہو رکھو۔ یہ کہنا کہ ایک مرد ایک سے زیادہ عورت سے شادی نہیں کر سکتا، یہ قانون عورت کے حق میں نہیں بلکہ عورت کے خلاف ہے کیونکہ نکاح کرنے سے تو عورت کا پور بوجھ مرد کی زندگی پر پڑ جاتا ہے، اور بلا نکاح کے داشتہ عورت کا بوجھ مرد پر نہیں پڑتا ہے، ورنہ اس کی اولاد کی وہ ذمہ داری لیتا ہے۔

ہماری عجیب حالت ہے کہ ہم ہر چیز یورپ کی عینک سے دیکھتے ہیں اور اسی دماغ سے سوچتے ہیں، حالانکہ سب سے پہلا قانون ہندوستان میں یہ بننا چاہیے کہ کوئی عورت اٹھارہ برس کی عمر سے لے کر پچاس برس کی عمر تک غیر شادی شدہ نہیں رہ سکتی۔ خواہ وہ بیوہ ہو یا مطلقہ یا کنواری ہو۔ جب تمام ملک کی عورتیں نکاح کرنے پر مجبور کر دی جائیں گی تو میں یقین کرتا ہوں کہ زنا کاری اور بدکاری معاشرے میں بند ہو جائے گی اور ایک یا ایک سے زیادہ شادی کا مسئلہ خود بخود اس قانون کے ذریعہ ختم ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو سیدھے راستہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

مرزا غلام احمد قادیانی کے ارتداد پر سب سے پہلا فتوائے تکفیر تحریک ختم نبوت تاریخ کے آئینے میں

قومی اسمبلی پاکستان ۱۹۷۴ء میں قادیانی مسئلہ

پر بحث کی مصدقہ رپورٹ قسط 76

مرزا ناصر احمد: یہ بھی چیک کر کے تو اکٹھے ہی آجائے گا۔

جناب یحییٰ بختیار: ہاں۔ وہ، وہ جو خاص حوالہ ہے۔ جس کی طرف میں آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں، وہ میں سنا دیتا ہوں آپ کو:

(ہمارے دشمن کا حال ابوجہل جیسا ہوگا، قادیانی خلیفہ کا اعلان)

''ہم فتح یاب ہوں گے۔ ضرور تم مجرموں کی طرح ہمارے سامنے پیش ہو گے۔ اس وقت تمہارا حشر بھی وہی ہوگا جو فتح مکہ کے دن ابوجہل اور اس کی پارٹی کا ہوا۔''

یہاں مرزا صاحب! آپ سے یہ گزارش ہے کہ ''فتح'' کا کیا مطلب ہے؟ ''مجرموں'' سے کیا مراد ہے؟ اشارہ کس، کن لوگوں کی طرف ہے کہ ''تمہارا وہی حشر ہوگا جو فتح مکہ کے دن ابوجہل اور اس کی پارٹی کا ہوا تھا۔'' اس پر آپ ذرا......

مرزا ناصر احمد: ہاں، یہ دیکھ لیں گے، چیک کر کے۔

(۱۹۵۲ء گذرنے نہ پائے کہ دشمن احمدیت کی آغوش میں آ گرے)

جناب یحییٰ بختیار: پھر ایک اور اقتباس ہے جی ''الفضل'' لاہور ج ۶/۴۰ نمبر ۱۴، مورخہ ۱۶ر جولائی ۱۹۵۲ء ص ۳، جس میں وہ فرماتے ہیں: ''۱۹۵۲ء کو گزرنے نہ دیجئے۔ جب تک کہ احمدیت کا رعب دشمن اس رنگ میں محسوس نہ کرے کہ اب احمدیت مٹائی نہیں جاسکتی اور وہ مجبور ہو کر احمدیت کی آغوش میں نہیں آ گرے......''[709] ممکن ہے کچھ نہ کچھ غلطی ہو۔

مرزا ناصر احمد: ہاں، ہاں۔

جناب یحییٰ بختیار: تو یہ جو ہے نا، اس پر کہ ''دشمن'' ......اس پر احمدیت کا رعب، دشمن پر......

مرزا ناصر احمد: ہاں، ہاں اس پر رعب......

جناب یحییٰ بختیار: ......اور اس کا احمدیت کی آغوش میں آجانا......

مرزا ناصر احمد: آغوش میں آجانا......

جناب یحییٰ بختیار: ......یہ ''دشمن'' کون ہے؟ یہ رعب کیسا رعب ڈالنا ہے؟

مرزا ناصر احمد: یہ یہاں......وہ Context سے پتہ لگ جائے گا۔

جناب یحییٰ بختیار: اب پھر وہ فرماتے ہیں ایک اور اقتباس میں......وہی ہیں یا کسی اور کا، میں نہیں کہہ سکتا......مگر یہ جو ہے نا، میں حوالہ دے دیتا ہوں......

مرزا ناصر احمد: جی۔

جناب یحییٰ بختیار: ......''الفضل'' ۱۵رجولائی ۱۹۵۲ء[1]......

مرزا ناصر احمد: ۱۵رجولائی ۱۹۵۲ء۔

جناب یحییٰ بختیار: ''ہاں اب آخری وقت آپہنچا ہے۔اب تمام علمائے حق کے خون کا بدلہ لینے کا جن کو شروع سے لے کر آج تک یہ خونی ملا......'' پھر ہے:''(عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا مودودی، مولانا احتشام الحق)......'' یہ بریکٹ میں ہے۔پتہ نہیں وہاں ہے کہ نہیں......

مرزا ناصر احمد: ہاں۔

جناب یحییٰ بختیار: ......لیکن یہ میں اس واسطے کہہ رہا ہوں......

مرزا ناصر احمد: ٹھیک ہے جی۔

جناب یحییٰ بختیار: ''(اور مفتی شفیع)......''

710 اس کو بریکٹ میں لکھا ہوا ہے:''......قتل کراتے آئے ہیں، ان سب کے خون کا بدلہ لیا جائے گا'' بہرحال، اس پر آپ بھی توجہ دیں کہ یہ ''خونی ملا'' کون تھے اور......

مرزا ناصر احمد: ......اور''خون کا بدلہ'' کا کیا مطلب ہے؟

[1] (اخبار الفضل لاہور ج۶/۴۰ش ۱۶۶، مورخہ ۱۵رجولائی ۱۹۵۲ء ص ۳،۴) پورا حوالہ یہ ہے: الفضل نے اداریہ لکھا جو ص ۳ سے شروع ہوتا ہے۔اس کی سرخی قائم کی ''خونی ملا کے آخری دن'' آگے ص ۴ کالم ۲ پر لکھا ہے۔''ہاں آخری وقت آن پہنچا ہے۔ان تمام علمائے حق (قادیانی رہنماؤں) کے خون کا بدلہ لینے کا جن کو شروع سے لے کر آج تک یہ خونی ملا قتل کرواتے آئے ہیں۔ان سب کے خون کا بدلہ لیا جائے گا۔(۱) عطاء اللہ شاہ بخاری سے، (۲) ملا بدایونی سے، (۳) ملا احتشام الحق سے، (۴) ملا شفیع سے، (۵) ملا مودودی پانچویں سوار سے۔''

جناب یحییٰ بختیار: ......اور کیا انہوں نے کیا؟

مرزا ناصر احمد: جی۔

جناب یحییٰ بختیار: تو یہ میں کہتا ہوں کہ آپ توجہ دے دیں اور شام کو پھر آپ، یہ جو مسئلہ سامنے ہے......

مرزا ناصر احمد: ہاں، یہ تین حوالے جو آپ نے بتائے ہیں......

جناب یحییٰ بختیار: چار حوالے میں نے دیئے۔

مرزا ناصر احمد: چار حوالے، ہاں۔

جناب یحییٰ بختیار: اسی وجہ سے اس دن بھی جو میں نے دیا اور اس کو میں پھر ذرا Repeat (دہرا) کر دیتا ہوں تاکہ آپ کی یاد میں رہے......

مرزا ناصر احمد: نہیں، یہ لکھ لئے ہیں۔

جناب یحییٰ بختیار: نہیں، ایک اور تھا جی۔ اس دن میں نے......۱۳ر نومبر ۱۹۴۶ء کا۔

مرزا ناصر احمد: (اپنے وفد کے ایک رکن سے) لکھو جی، ۱۳ر نومبر......

جناب یحییٰ بختیار: ......۱۹۴۶ء کا......

مرزا ناصر احمد: ......۱۹۴۶ء۔

جناب یحییٰ بختیار: ......جس کا ذکر "Impact" میں بھی تھا۔ وہ جو میں نے آپ کو بتایا۔

مرزا ناصر احمد: وہ وہ حوالہ......

جناب یحییٰ بختیار: نہیں، نہیں۔

711 مرزا ناصر احمد: ......الفضل کا......

جناب یحییٰ بختیار: ہاں، نہیں، "الفضل" ۱۳ر نومبر ۱۹۴۶ء میں مرزا صاحب......

مرزا ناصر احمد: ہاں، یہ بھی شام کو ہو جائے گا۔

(عیسائیوں اور پارسیوں کی طرح، قادیانی حقوق بھی)

جناب یحییٰ بختیار: ہاں۔ یہ جو ہے ناکہ: "میں نے اپنے نمائندے کی معرفت ایک بڑے

ذمہ دار انگریز افسر کو کہلوا بھیجا کہ پارسیوں اور عیسائیوں کی طرح ہمارے حقوق بھی تسلیم کئے جائیں......''

مرزا ناصر احمد: جی۔

جناب یحییٰ بختیار: ''......جس پر اس افسر نے کہا کہ وہ تو اقلیت میں ہیں اور تم ایک مذہبی فرقہ ہو۔ اس پر میں نے کہا کہ پارسی، عیسائی بھی تو مذہبی فرقے ہیں۔ جس طرح ان کے حقوق علیحدہ تسلیم کئے گئے ہیں۔ اسی طرح ہمارے بھی کئے جائیں۔ تم ایک پارسی پیش کر دو۔ اس کے مقابلہ میں میں دو دو احمدی پیش کرتا جاؤں گا۔''

مرزا ناصر احمد: جی۔

جناب یحییٰ بختیار: یہ ایک ہی Context ہیں۔ تا کہ آپ کو میرے......

مرزا ناصر احمد: ہاں، ہاں، یہ شام کو انشاء اللہ ہو جائے گا۔ ویسے مختصراً تو میں نے، اس کا جواب میں نے دیا تھا۔ لیکن تفصیل مانگتے ہیں۔

(انگریز کی اطاعت اسلام کا حصہ، مرزا قادیانی کا فرمان)

جناب یحییٰ بختیار: مرزا صاحب! آپ کے عقیدے یا نقطہ نظر کے مطابق کیا انگریز کی اطاعت بھی اسلام کا حصہ ہے؟ انگریز، برٹش گورنمنٹ اس سے میری مراد ہے۔ کیونکہ اس پر مجھ سے کئی سوالات کئے گئے ہیں کہ اس کے بارے میں آپ......

مرزا ناصر احمد: جی، ہم سے پہلوں نے اور ہم نے اسلام کی جو تعلیم سمجھی، وہ یہ ہے کہ اگر غیر مسلم حکومت مذہب میں دخل نہ دے اور عبادات کرنے کی اجازت ہو، اور جو انسانی حقوق ہیں، وہ ادا کر رہی ہو، تو ہم سے پہلوں نے بھی، ہم نے بھی یہ عقیدہ رکھا کہ ان کے خلاف بغاوت جو ہے، وہ درست نہیں ہے۔

جناب یحییٰ بختیار: یہ آپ جب کہتے ہیں کہ ''وہ مذہب میں دخل یا دین میں دخل نہ دے'' پہلے آپ نے یہ فرمایا......

712 **مرزا ناصر احمد:** جی۔

جناب یحییٰ بختیار: ......پھر آپ نے حقوق کی دوسری بات کی......

مرزا ناصر احمد: ہاں، ہاں، وہ ٹھیک ہے۔

جناب یحییٰ بختیار: ......تو آپ یہ ذرا تفصیل سے فرمائیں کہ ''دخل نہ دینے'' سے آپ کا کیا مطلب ہے کہ نماز، روزہ پڑھنے کی اجازت آپ کو ہو، حج جانے کی اجازت

آپ کو ہو، اذان کی اجازت ہو؟

مرزا ناصر احمد: تمام وہ فرائض، احکام جو ہیں وہ میں پہلے......ایک ضمناً آیا تھا۔ ایک ضمناً بعد میں میں نے بتایا تھا کہ بعض حکم اسلام کے ہیں کہ ایسا ضرور کرنا ہے۔ بعض احکام یہ ہیں کہ ایسا جائز ہے، یعنی جواز......

Mr. Yahya Bakhtiar: *Not obligatory?*

Mirza Nasir Ahmad: *Not obligatory.*

تو وہ حکومت، جو اسلامی حکم ہے کہ ایسا ضرور کرنا ہے۔ ان احکام میں دخل اندازی نہیں دیتی۔ اس حکومت میں، اس حکومت کے خلاف بغاوت ہمارے عقیدے کے مطابق جائز نہیں، نہ ہم سے پہلوں میں سے بہت سے......

جناب یحییٰ بختیار: اچھا، خیر، میں آپ کا عقیدہ پوچھتا ہوں، کیونکہ اس طرح سے لمبی بحث ہے۔

مرزا ناصر احمد: جی، وہ اپنے تسلسل میں پتہ لگتا ہے نا۔

جناب یحییٰ بختیار: آپ کے عقیدہ کے مطابق ایک مسلمان کے غلام ہونے کا تصور موجود ہے کہ غلام بھی ہو اور مسلمان بھی ہو؟

مرزا ناصر احمد: ہمارے نزدیک ''غلام'' مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ تو کس معنی کے متعلق آپ پوچھ رہے ہیں؟

جناب یحییٰ بختیار: کہ حکومت، اقتدار، وہاں کسی غیر مسلم کا ہو۔ میں سیاسی پہلے بات کر رہا ہوں۔ مرزا ناصر احمد: یعنی ''غلام'' کے معنی ''شہریت کا اختیار کرنا۔''

جاری ہے۔

امانت اور ایفائے عہد ایک معاشرتی ذمہ داری

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے مختلف مواقع پر امانت کی تاکید فرمائی ، ذیل میں کچھ ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وسلّم پیش کیے جاتے ہیں:

(۱)...... جس میں امانت نہیں، اس میں دین نہیں۔

(۲)...... علامات قیامت میں سے ہے "سب سے پہلے اس امت سے امانت کا جوہر جاتا رہے گا اور سب سے آخر میں جو چیز رہ جائے گی وہ نماز ہوگی۔

(۳)...... سچا امانت دار تاجر قیامت کے دن شہداء کے ساتھ ہوگا۔

(۴)...... جب کوئی شخص کسی سے بات کرے اور احتیاط کے پیش نظر اِدھر اُدھر نظر ڈالے کہ کوئی دیکھتا نہ ہو تو وہ بات بھی امانت ہو جاتی ہے۔

(۵)...... میری امت اس وقت تک فطری صلاحیت پر قائم رہے گی جب تک وہ امانت کو غنیمت کا مال اور زکوٰۃ کو جرمانہ نہیں سمجھے گی۔

(۶)...... منافق کی تین نشانیاں ہیں جب بات کرے، جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے اور جب اس کو امین بنایا جائے تو خیانت کرے۔

(۷)...... مجلس میں جو امور طے پائیں وہ امانت ہیں۔ (لیکن مجلس میں اگر کوئی ایسی بات زیر بحث ہو جس سے کسی کی آبروریزی ہوتی ہو یا کسی کا جانی نقصان یا مالی نقصان ہوتا ہو تو متعلقہ لوگوں کو آگاہ کرنا بددیانتی نہیں ہے)

(۸)...... تم عورتوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو...... کیونکہ تم نے اللہ کی امانت اور عہد کے ساتھ زوجیت میں لیا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی ان تعلیمات کے نتیجہ میں صحابہ کرام اور بزرگانِ دین امانت کے سلسلہ میں بہت احتیاط سے کام لیتے تھے، حضرت عبداللہ بن مبارک کا واقعہ ہے کہ وہ اپنے وطن مرد سے کئی سو میل کی مسافت طے کر کے شام گئے اور جب واپس مرد آئے تو انہوں نے اپنے سامان میں ایک قلم دیکھا فوراً انہیں یاد آیا کہ انہوں نے شام میں کسی سے تھوڑی دیر کے لیے مانگا تھا، اگرچہ انتہائی

معمولی چیز تھی لیکن جو لوگ اللہ سے خوف رکھتے ہیں وہ کہیں بھی شریعت کے حکم سے انحراف نہیں کرتے دوبارہ انہوں نے رختِ سفر باندھا اور مہینوں کے سفر کے بعد اس شخص کو تلاش کر لیا اور اس کا قلم اس کو لوٹا دیا اور دیر ہونے کی اس سے معذرت چاہی۔ جب قلم اس تک پہنچ گیا تو انہوں نے خدا کا شکر ادا کیا کہ اس نے خیانت سے بچالیا۔

اسی طرح محمد بن سیرین کا واقعہ ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ چالیس ہزار کا زیتون کا تیل خریدا، اس میں سے مرا ہوا چوہا نکلا۔ بالکل ظاہر تھا کہ وہ چوہا کولہو میں دب کر مر گیا ہے۔ انہوں نے حکم دیا کہ سارا تیل پھینک دیا جائے، نقصان اتنا تھا کہ اس کی تلافی کے لیے رقم پوری نہ تھی جس سے خریدا تھا اس نے قیمت کا مطالبہ کیا، اس کا دینا مشکل تھا۔ مجبوراً قید و بند کی مصیبت برداشت کرنا پڑی لیکن دل نے بے ایمانی کرنا گوارا نہ کیا کہ غلط مال فروخت کر کے روپیہ حاصل کریں۔

ایسے ہی بزرگ ہیں جنہوں نے اپنے عمل سے امانت داری کی وہ مثالیں قائم کر دیں جو آنے والی نسلوں کے لیے روشنی کا مینار ہیں اور اس اسوہ کو اپنانے والے ہی اصل میں کامیاب ہیں، قرآن کریم نے جن مسلمانوں کو فلاح پانے کی بشارت دی ان میں یہ بھی ہیں ''اور جو اپنی امانتوں اور اپنے وعدوں کی نگرانی کرتے ہیں۔

ایفائے عہد:

حقیقتاً ایفائے عہد امانت سے مربوط ہی اخلاقی صفت ہے، لغوی مفہوم کے اعتبار سے قول وقرار نباہنے کا نام ایفائے عہد ہے لیکن وسیع مفہوم میں یہ امانت کا ہم پلہ ٹھہرتا ہے مثلاً جو ذمہ داریاں ہم پر عائد ہیں ان کا ادا کرنا امانت ہے، اسی طرح ہم نے اللہ سے جو عہد کیا ہے اور بندوں سے جو عہد کیا ہے اس کا ایفاء کرنا ہمارا فریضہ ہے، قرآن کریم کی بعض آیات میں ان خصوصیات کا ذکر ساتھ ساتھ کیا گیا ہے، فلاح پانے والے مسلمانوں کی مخصوص صفات کا بیان ان الفاظ میں فرمایا گیا ''**والذین هم لامانٰتهم وعهدهم راعون**'' اور وہ لوگ جو اپنی امانتوں اور وعدوں کی نگرانی کرتے ہیں۔ قرآن کریم میں ایک دوسرے مقام پر جہاں نیک مسلمانوں کے اوصاف بیان کیے گئے ارشاد ہوا ''**والذین هم لامانٰتهم وعهدهم راعون**'' اور وہ لوگ جو اپنی امانتوں اور وعدوں کا پاس کرتے ہیں''

قرآن کریم میں جہاں پوری ناپ تول کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہاں بھی پابندیٔ عہد کی تاکید آئی، اس لیے ناپ تول کے مقررہ پیمانے حقیقتاً ایک قسم کا معاہدہ ہیں جو فروخت کنندہ اور خریدار کے درمیان طے پا چکے ہیں، اب ان کی پابندی لازمی ہے، سورہ بنی اسرائیل میں حکم دیا گیا ''اور عہد کو پورا

کرو کیونکہ قیامت کے دن عہد سے متعلق باز پرس ہوگی اور جب ناپ کرو تو پیمانہ کو پورا بھر دیا کرو اور ڈنڈی سیدھی رکھ کر تولا کرو"

ایفائے عہد کی صفت سب سے زیادہ جس ہستی میں پائی جاتی ہے وہ خود اللہ تعالیٰ ہے، اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے بندوں سے بہت سے وعدے کیے ہیں مثلاً اعمال قبول کیے جائیں گے، نیکی کی جزاء دی جائے گی، جنت میں بلایا جائے گا، دنیا میں سچ کے لیے خواہ کتنے ہی مصائب برداشت کیے ہوں، ان کا معاوضہ عطا کیا جائے۔ شفاعت نصیب ہوگی وغیرہ وغیرہ، چنانچہ قرآن کریم کی بعض آیات کریمہ میں باری تعالیٰ کے اس صفت سے متصف ہونے کا ذکر اس طرح کیا گیا "اللہ تعالیٰ وعدہ کے خلاف نہیں کرتا" (سورۂ زمر)

اللہ تعالیٰ کے بعد یہ صفت انسانوں میں سب سے زیادہ ان مقدس ہستیوں میں موجود رہی، جنہیں نسل انسانی کی رہنمائی کی ذمہ داریاں سونپی گئیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خوبی کا اعتراف غیر مسلموں نے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کٹر دشمنوں تک نے کیا، قیصر روم نے اپنے دربار میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و کردار سے متعلق جو استفسار کیا تھا، ان میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بدعہدی کی ہے اور ابوسفیان نفی میں جواب دینے پر مجبور تھے۔

نبوت سے قبل کا واقعہ ہے کہ عبداللہ بن ابی العماء نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ معاملہ کیا اور کہا میں ابھی آتا ہوں، اتفاق سے ان کے ذہن سے نکل گیا، تین روز بعد جب وہاں سے گزرے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں پایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ناراضگی کا اظہار نہ کیا، فرمایا میں تین سے تمہارے سے انتظار میں بیٹھا ہوں۔

صلح حدیبیہ میں ایک شرط یہ تھی کہ مکہ سے جو مسلمان مدینہ جائے گا، وہ واپس کر دیا جائے اور جو کافر مکہ جائے گا اسے وہ واپس نہیں کریں گے۔ ابھی معاہدہ کی شرائط تحریر کی جا رہی تھیں کہ حضرت ابوجندلؓ پابہ زنجیر بھاگ کر بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچ گئے، ان کی حالت دیکھ کر مسلمان آبدیدہ ہو گئے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ابوجندل صبر کرو، ہم بدعہدی نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ عنقریب تمہارے لیے راہ نکالے گا"

غزوۂ بدر کے موقع پر مسلمان ساز و سامان اور تعداد اور دونوں کے اعتبار سے قلت کا شکار تھے، دو صحابی حضرت حذیفہ الیمان اور ابوعسلؓ مکہ سے آ رہے تھے، راستہ میں کفار نے انہیں روکا۔ آخر اس شرط پر رہائی ملی کہ وہ لڑائی میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہ دیں گے۔ وہ مدینہ پہنچ گئے اور

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ لڑائی میں شریک ہونا چاہتے ہیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "تم دونوں واپس جاؤ، ہم ہر حال میں وعدہ وفا کریں گے، ہم کو صرف اللہ کی مدد درکار ہے"

یہ واقعات اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ قرآن وحدیث میں عہد کے ایفاء کرنے کا حکم کتنی شدت کے ساتھ کیا گیا ہے، امانت کے باب میں وہ حدیث گزر چکی ہے کہ عہد کی خلاف ورزی کرنے کو منافق کی نشانی قرار دیا گیا ہے۔

عہد کی اہم صورتیں:

(۱)...... تمام عہدوں میں سب سے زیادہ اہم وہ عہد ہے جو اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان روز ازل ہوا، جب اللہ تعالیٰ نے سب کی ارواح سے اپنے رب ہونے کے بارے میں دریافت کیا اور سب نے اس کی ربوبیت کا اقرار کیا، اسی کو "عہد الست" کہا جاتا ہے۔

(۲)...... اجتماعی امور میں وہ معاہدات جو دو سلطنتوں یا دو فریقوں وغیرہ کے درمیان کیے جائیں، اہمیت کے حامل ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہمارے سامنے ہے کہ آپ نے غیر مسلمون سے جو معاہدات کیے ان کا پورا پاس کیا، غیر مسلموں نے خود ہی ان معاہدات کی دفعات کی خلاف ورزی کی۔

(۳)...... روزہ مرہ زندگی میں فرد کا دوسرے افراد کے ساتھ لین دین اور تعلقات وغیرہ کا قول وقرار بھی عہد میں ہی آتا ہے قرآن کریم میں حکم آیا "اے ایمان والوں! اپنے قراروں کو پورا کرو۔" (سورۂ مائدہ) عقد کے لفظی معنی گرہ کے ہیں اور اس میں باہمی معاملات کی تمام گرہیں آجاتی ہیں مثلاً عقد تجارت، عقدِ شرکت، عقدِ یمین (قسم) عقد نکاح وغیرہ

(۴)...... معاشرتی زندگی میں ایک دوسرے سے میل جول کا وہی انداز اختیار کرنا جس کی توقع ایک دوسرے سے ملنے جلنے سے ہوجاتی ہے وہ بھی عہد کی ایک باریک مشکل ہے، حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضرت خدیجہؓ سے زیادہ مجھے کسی عورت پر رشک نہیں آیا۔ ان کا انتقال میرے نکاح سے تین سال قبل ہو چکا تھا لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کا تذکرہ فرماتے تھے اور جب بکری ذبح کرتے تو گوشت ان کی سہیلیوں کے ہاں بھیجا کرتے تھے، یعنی جو طرزِ عمل حضرت حضرت خدیجہؓ کی زندگی میں تھا اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں بھی قائم رکھا۔

خواتین کے صفحات

خادمۃ القرآن

زیور پہننے کی ہوس:

عورتوں کی حالت یہ ہے کہ زیور سے کسی وقت ان کا پیٹ نہیں بھرتا۔ کانوں میں بالیاں بھی ہیں، بندے بھی ہیں ان کو کچھ حس ہی نہیں کہ اس سے کان ٹوٹیں گے یا کیا ہوگا۔ چاہے کان جھک پڑیں مگر ان کو سب زیور لادنا فرض ہے ناک میں نتھ بھی ہے اور لونگ بھی ہے، پھر چاہے لونگ سے ناک میں آگ ہی لگ جائے مگر کیا مجال ہے جو کسی وقت اترے، پھر اس زیور کے شوق میں ان کو ساری مصیبتیں آسان ہو جاتی ہیں۔ یعنی کان چھدوانے مین کتنی تکلیف ہوتی ہے مگر لڑکیاں ہنسی خوشی سب کام کرتی ہے بلکہ اگر کوئی ان سے یہ کہے کہ کان چھدوا کر کیا کرلوگی۔ خواہ مخواہ تکلیف اپنے سر مول لیتی ہو۔ کان مت چھدواؤ تو اس سے لڑنے کو تیار ہو جاتی ہیں۔

ایک لطیفہ:

ایک بنیے کا قصہ مشہور ہے کہ اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ ذرا سل کا بٹہ اٹھالاؤ، اس نے کہا کہ سل کا بٹہ مجھ سے کیسے اٹھے گا، بھاری پتھر ہے کہیں میری کمر میں لچک نہ آجائے۔ اس نے پتھر تو خود اٹھالیا لیکن سل کو کسی بہانہ سے باہر لے گیا اور ایک سنار کو بلا کر کہا کہ اس سل کے اوپر سونے پتر خوبصورتی کے ساتھ جڑ دے اور اس میں ایک مضبوط زنجیر ڈال دے۔ جب وہ تیار ہو کر آگئی تو اس نے بیوی کو لا کر دی کہ ہم نے تمہارے واسطے ایک ہینکل (زیور) بنوایا ہے اسے پہن لو۔ تو اس نے خوش ہو کر اسے گلے میں ڈال لیا اور گلے میں لٹکائے پھرنے لگے۔ گردن بوجھ سے جھکی جاتی تھی مگر زیور کے شوق میں سب تکلیف گوارہ تھی، اس کے بعد بنئے نے جوتا نکال کر خوب خبر لی کہ کمبخت اس روز تو تجھ سے سل کا بٹہ بھی نہ اٹھتا تھا اور آج سل کو گلے میں لٹکائے پھرتی ہے، آج تیری کمر میں کچھ نہیں ہوتا۔

خیر یہ قصہ تو گھڑا ہوا معلوم ہوتا ہے مگر جس نے گھڑا ہے، اس نے عورتوں کے مزاج کو خوب سمجھا ہے۔ حقیقت میں ان کو زیور کی حرص ایسی ہے کہ اگر سونے کا زیور بہت بھاری بھی ہو تو یہ کبھی اس کو پہننے سے انکار نہ کریں گے گو گردن اور گلا کیسا ہی دکھتا رہے۔

زیور نہ پہننے کا فیشن:

آج کل کچھ دنوں سے نوعمر لڑکیوں میں زیور کا شوق کم ہو گیا ہے۔ یہ فیشن چلا ہے کہ نوعمر لڑکیاں آج کل کان وغیرہ ننگی رکھتی ہیں۔ چاندی کا زیور تو آج کل عیب شمار ہونے لگا۔ شرفاء کی لڑکیاں صرف سونے کا زیور پہنتی ہیں، وہ بھی صرف کانوں میں دو ہلکے ہلکے بندے اور سارا بدن زیور سے ننگا ہے۔ ہاں پیروں میں کچھ چاندی بھی ڈال لیتی ہیں کیونکہ وہ حقیر چیز ہے۔ پیروں ہی میں ڈنی چاہیے۔ آج کل زیور میں لڑکیوں نے اختصار کر لیا ہے اور اس مذاق کی ابتداء میموں کے اتباع سے ہوئی۔ میمیں زیور نہیں پہنتیں کیونکہ ان کی قوم میں اس کا رواج نہیں۔ حکمران قوم ہیں۔ ان کو دیکھ دیکھ کر ہندوستانی عورتوں میں بھی یہ مذاق پیدا ہو گیا اور یہ اس طرح کہ آج کل جابجا شفاخانے کھلے ہیں جن میں زنانے شفاخانے بھی ہیں۔ ہندوستانی عورتیں وہاں جا کر میموں سے علاج کراتی ہیں، اس ذریعے سے ان کے پاس آمد و رفت ہوتی ہیں اور جو زیادہ وسعت والے ہیں، وہ میموں کو اپنے گھر پر لاتے ہیں۔ پھر ایک نے تو میموں کو دیکھ کر ان کا طرز اختیار کیا۔ پھر اس کو دیکھ دیکھ کر دوسری عورتوں نے اپنا رنگ بدلا۔

الغرض ان میں (میموں) کا یہ اثر ہے کہ نوعمر لڑکیوں کو زیور کا خیال کم ہو گیا ہے۔ اس کا منشاء کفایت شعاری ہرگز نہیں۔ کیا ساری کفایت شعاری زیور ہی میں رہ گئی۔ اچھے کپڑوں میں کفایت شعاری کیوں نہیں کی جاتی۔ جو لڑکیاں زیور کم پہنتی ہیں وہ کپڑوں میں بڑی رقم صرف کرتی ہیں۔ اسی طرح گھر کی آرائش و زینت میں بھی خرچ کی پرواہ نہیں کرتیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کا مقصود محض میموں کا اتباع ہے۔ جس چیز میں وہ رقم صرف نہیں کرتیں، اس میں یہ بھی صرف نہیں کرتیں اور جس میں ان کو زیادہ غلو ہے،

اس میں یہ بھی خرچ کی پرواہ نہیں کرتیں بلکہ یہ مذاق (اور رواج) اس درجہ غالب ہوا ہے کہ جن عورتوں میں زیادہ مالی وسعت نہیں بھی ہے، وہ بھی معمولی کپڑوں اور معمولی زیوروں ہی میں ایسی تراش خراش کرتی ہیں اور ایسی وضع (طرز) سے اس کو بناتی ہیں کہ جس سے وہ میم کی طرح نظر آنے لگیں۔ بس ایسی حالت میں ان کو زیور کا خیال کم ہونا کوئی خوشی کی بات نہیں بلکہ یہ تو اس کا مصداق ہو گیا:

اگر غفلت سے باز آیا جفا کی　　　تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

اگر یہ اپنی وضع پر قائم رہیں پھر زیور کا شوق کم کر دیں، اس وقت البتہ خوشی کی بات ہے۔

آواز دار زیور پہننے کا شرعی حکم:

باجہ دار زیور پہننا ممنوع ہے۔ البتہ جس میں خود باجہ نہ ہو مگر لگ کر بجتا ہو، اس کا پہننا جائز ہے مگر اس طرح چلنا کہ اجنبی اس کی آواز سے ممنوع ہے، ارشاد باری ہے:

"وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ"

ترجمہ: اور مسلمان عورتوں کو چاہیے کہ وہ پاؤں زمین پر اس طرح نہ ماریں کہ انہوں نے جو زینت چھپا رکھی ہے وہ معلوم ہو جائے۔

وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: "لا تدخل الملائكة فيه جرس وقال مع كل جرس شيطان"

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس گھر میں فرشتے داخل نہ ہوتے جس میں جرس ہو اور ہر جرس کے ساتھ شیطان ہوتا ہے۔

جس زیور کی آواز پیدا ہو وہ دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ جو خود بجتا ہو جیسے گھنگھرو یا باجہ دار جھانور اس کا پہننا تو اس وجہ سے ہے کہ حدیث میں جرس سے نہیں آئی ہے، بالکل ممنوع ہے اور قرآن میں یہ مراد نہیں۔ دوسری قسم وہ ہے جو خود نہیں بجتا مگر دوسری چیز سے لگ کر آواز دیتا ہے، جیسی چھڑے اور کڑے اور چوڑیاں اس کا پہننا جائز ہے اور اسی کی نسبت اس آیت میں حکم ہے کہ پاؤں زور سے نہ رکھیں یعنی پہننا درست ہے مگر اس کا ظاہر کرنا فتنہ اور اجنبیوں کے میلان کے خلاف درست نہیں (لیکن بعض عورتیں منی ہار (مردوں) سے چوڑیاں پہنتی ہیں، یہ بڑی بیہودہ بات اور (بالکل حرام) ہے۔

بچوں کے صفحات

منصور عام خلفاء بنی عباس کے برخلاف فضول خرچی اور اسراف وتبذیر سے بھی سخت پرہیز کرتا تھا، کسی شاعر کے کسی شعر سے اگر خوش ہوتا بھی تھا تو اسے بہت ہی معمولی سی رقم دے کر خاموش ہو جاتا تھا، ایک مرتبہ بصرہ کے قاری ہیثم نے منصور کے سامنے آیت ''ولا تبذر تبذیرا'' پڑھی تو اس نے دعا مانگی ''اے اللہ! مجھ کو اور میری اولاد کو ان چیزوں میں فضول خرچی کرنے سے بچا جو تو نے اپنے لطف خاص سے ہم کو مرحمت فرما رکھی ہیں۔'' اس کا نتیجہ یہ تھا کہ وہ اپنی ہر چیز میں کھانے، پینے، پہننے، اوڑھنے اور لینے دینے میں میانہ روی کو ملحوظ رکھتا تھا، وہ سمجھتا تھا کہ خزانہ قوم کی امانت ہے اور کسی شخص کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اس امانت کو اپنے ذاتی حظ نفس میں صرف کرے۔

منصور کے سلیم الطبع ہونے کی بڑی دلیل یہ ہے کہ وہ اپنے کسی فعل وعمل پر کسی کی زبان سے نکتہ چینی سن کر چیں بجبیں نہیں ہوتا تھا بلکہ اگر بات حق ہوتی تھی تو اسے فوراً قبول کر لیتا تھا، چنانچہ ایک مرتبہ افریقہ کا ایک قاضی دربار خلافت میں حاضر ہوا جو طالب علمی میں منصور کا ساتھی رہ چکا تھا، منصور نے اس سے پوچھا ''تم کو میری حکومت اور بنو امیہ کی حکومت میں کیا فرق نظر آیا اور تم اس بوپل سفر میں ہمارے جن جن علاقوں سے گزرتے ہوئے آئے ہو، ان میں نظم ونسق کا کیا حال ہے؟'' قاضی نے جواب دیا ''اے امیر المؤمنین! میں نے اعمال بد اور ظلم وجور کی کثرت دیکھی ہے، پہلے تو میرا گمان یہ تھا کہ اس ظلم وجور کا سبب آپ کا ان علاقوں سے دور ہونا ہے لیکن جتنا قریب آتا گیا معاملہ اسی قدر نازک ہوتا گیا۔'' خلیفہ منصور نے یہ سن کر اپنی گردن جھکالی، تھوڑی دیر کے بعد سر اٹھا کر کہا ''مگر میں لوگوں کا کیا کروں؟'' قاضی نے جواب دیا ''کیا آپ کو معلوم نہیں ہے حضرت عمر بن عبد العزیز فرماتے تھے لوگ بادشاہ وقت کے تابع ہوتے ہیں، بادشاہ اگر نیک ہوگا تو رعایا بھی نیک اور صالح ہوگی اور اگر بد ہے تو رعایا نیک نہیں ہو سکتی۔''

•

منصور کی عاقبت اندیشی، دور بینی، سیاسی مہارت وبصیرت اور نیک نیتی کا اندازہ اس وصیت نامہ سے ہو سکتا ہے جو اس نے وفات سے چند روز پہلے اپنے بیٹے مہدی کو دیا تھا، ابن جریر نے طبری

میں اور ابن اثیر الجزری نے کامل میں اس وصیت نامہ کو بتمامہ کمال نقل کیا ہے، الفاظ میں اختلاف ہے مگر دونوں کا حاصل ایک ہے، ذیل میں اس کا خلاصہ نقل کرنا بے محل نہ ہوگا۔

اے بیٹے! کوئی چیز بھی ایسی نہیں ہے جو میں نے تمہارے لیے ہموار اور مہیا نہ کر دی ہو، میں تم کو چند باتوں کی وصیت کو یہ ہوں، اگرچہ میرا گمان ہے کہ تم ان میں سے ایک پر بھی عمل نہیں کرو گے۔'' یہ کہہ کر منصور نے ایک صندوقچی منگوائی جس میں متعدد رجسٹر سے رجسٹر نکال مہدی کے حوالے کیے اور کہا تم ان کو بڑی حفاظت سے رکھنا، ان میں تمہارے آباء کا علم محفوظ ہے، اگر کوئی اہم معاملہ پیش آجائے تو پہلے بڑے رجسٹر میں اس کا جواب تلاش کرنا، اگر اس میں نہ ملے تو پھر دوسرا اور تیسرا رجسٹر دیکھنا اسی طرح ساتوں رجسٹر دیکھتے جانا، اگر ان میں سے کسی میں بھی تمہارے سوال کا جواب نہ ملے تو پھر چھوٹا رجسٹر دیکھنا مجھ کو یقین ہے کہ اس میں تم کو اپنے معاملہ کے متعلق ضرور کوئی ہدایت ملے گی۔

اس کے بعد منصور نے بعض امور کی نسبت مہدی کو خاص خاص ہدایتیں کی اور اس سے مطالبہ کیا کہ وہ ان پر سختی کے ساتھ عمل پیرا ہو، اس سلسلے میں اس نے کہا:

(۱)...... بغداد کا خاص خیال رکھنا۔

(۲)...... میں نے بیت المال میں اس قدر روپیہ جمع کر دیا ہے کہ اگر دس برس تک بھی تم کو خراج کی رقم پوری وصول نہ ہو تو تمہیں کوئی نقصان نہ ہوگا۔ تم اس روپیہ کو لشکریوں کی تنخواہوں، مستحقین کے وظائف وعطیات اور سرحدوں کے انتظامات پر خرچ کرنا۔

(۳)...... اہل خاندان اور اعزاء واقارب کے ساتھ صلہ رحمی اور ملاطفت کا معاملہ کرنا کہ انہی سے تمہاری عزت وآبرو ہے۔

(۴)...... ہر کام میں تقویٰ وطہارت اور عدل وانصاف کا خیال رکھنا کیونکہ جس بادشاہ میں یہ اوصاف نہیں ہیں، درحقیقت وہ بادشاہ ہی نہیں۔

(۵)...... کسی معاملہ میں عورتوں کو مشیر کار نہ بنانا اور جب تک کسی معاملہ میں خوب غور وخوض نہ کرلو، اس کے متعلق کوئی فیصلہ نہ کرنا۔

منصور کو یقین تھا کہ اس نے جو وصیت لکھی تھی، وہ اس کی موت کے بعد شرمندۂ عمل نہیں ہوگی، اسی لیے اس نے ہر جملہ کے بعد ''وما اظنک تفعل'' میرا گمان ہے کہ تم اسے نہیں کرو گے۔'' کہا ہے۔

منصور کے بعد ۱۵۸ھ میں مہدی خلیفہ ہوا، اس نے اپنے عہد خلافت میں متعدد اچھے اور تعمیری کام کیے لیکن سب سے بڑا اور شاندار کارنامہ یہ ہے کہ اس نے زنادقہ کے اس فتنہ کا سختی کے ساتھ مقابلہ کیا جو متعدد اسباب و وجوہ سے مسلمانوں میں پھیلنا شروع ہو گیا تھا، اس مقصد کے لیے اس نے ایک مستقل محکمہ قائم کر رکھا تھا جس کا امیر عمر الکواذی نامی ایک شخص تھا اس محکمہ کے لوگوں کا کام یہ تھا کہ وہ ڈھونڈ کر زندیقوں اور ملحدوں کو پکڑ لاتے تھے اور پھر ان کو قرار واقعی سزا ملتی تھی۔ بشار بن برد اس زمانہ کا ایک مشہور زندیق شاعر تھا، ایک مرتبہ مہدی بصرہ میں آیا، اس کے ساتھ حمدویہ تھا جو زندیقوں کی جستجو اور ان کا کھوج لگانے کی خدمت پر مامور تھا، یہاں کہیں بشار حمدویہ کے ہاتھ لگ گیا، مہدی کے سامنے اس کا معاملہ پیش ہوا تو اس نے حمدویہ کو حکم دیا کہ اسے سخت ترین سزا دی جائے۔

لیکن مہدی کا یہ اقدام وقتی اور ہنگامی طور پر تو مفید ہوا، زیادہ دیرپا نہیں ہو سکتا تھا، اس کی وجہ صاف ظاہر ہے یعنی یہ کہ زندقہ والحاد جن اسباب سے پیدا ہو رہا تھا، ان کے استیصال کی طرف توجہ نہیں کی گئی، حرم شاہی میں غلمان و جواری کا عمل دخل بڑھ رہا تھا۔ دربار میں بدعقیدہ عجمیوں کے اثرات ترقی کر رہے تھے اور عام مجالس و محافل میں ابو نواس اور بشار بن برد ایسے مطلق العنان شاعر رندی و سیہ مستی کے جذبات پیدا کر رہے تھے، مدارس و مکاتب میں درس قرآن و حدیث کے بالمقابل فلسفہ وعقلیات نے اپنی ایک مستقل درسگاہ قائم کر لی تھی، سامان عیش وعشرت فراوانی نے عہد شباب کی لذت اندوزیوں کے ارمانوں کو دلوں میں بیدار کر دیا تھا۔ محتسب خود پیر مغان کے دست کرم پر بیعت کر چکا ہو تو میخانہ کے دروازہ پر قبل کون لگائے گا؟

اذا کان رب البیت بالطبل ضاربا فلا تلم الاولاد فیه علی الرقص

''جب صاحب خانہ ہی طبل بجا رہا ہو تو گھر میں اولاد کو ناچنے پر ملامت نہ کرو۔'' علامہ خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ کی جلد اول کے شروع میں بعض محدثین اور علماء ربانیین کے وہ اقوال واشعار نقل کیے ہیں کہ انہوں نے بغداد کے متعلق کہے تھے، ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ لہو ولعب اور عیش وطرب کی اس فضاء رنگین میں خدا کے ایسے پاک بندے بھی کثیر تعداد میں موجود تھے جو تقویٰ وطہارت اور ثقافت کی زندگی بسر کر رہے تھے اور اس صورت حال پر سخت مضطرب اور پریشان تھے لیکن ان بزرگوں کی حالت اس شعر کی مصداق تھی۔

دلم بپاکی دامان غنچہ می لرزد کہ بلبلاں ہمہ مستند و باغباں تنہا

فیصل آباد کے قدیم اور تاریخی مدرسہ

بڑھتی ہوئی بجلی کی ضروریات اور مہنگائی کے پیشِ نظر

جامعہ ملیہ اسلامیہ،

مسجد مدرسہ والی، میں

(سولر سسٹم)

کی تنصیب میں تعاون کی ضرورت ہے

شمسی توانائی (سولر سسٹم)

الحمد للہ سولر سسٹم کا ایک حصہ مکمل ہوگیا ہے،

بقایاجات کی ادائیگی کے لئے
بھرپور تعاون کی درخواست ہے

50KW

فوری ضرورت برائے تعاون

6,000,000

ساٹھ لاکھ روپے

تمام حضرات اپنی طرف سے اور عزیز و اقارب مرحومین
کی طرف سے خوب حصہ ڈالیں

مولانا جواد الرحمٰن لدھیانوی مہتمم
مولانا حماد الرحمٰن لدھیانوی نائب مہتمم
جامعہ ملیہ اسلامیہ، محلہ خالصہ کالج، فیصل آباد
041-8711569
0300-9657076

Monthly
Magazine
Millia
JAMIA MILLIA ISLAMIA
FAISALABAD PAKISTAN
Reg:M # FD-16

اهم اعلان

ابن انیس نمبر
ماہنامہ ملیہ فیصل آباد

ابن انیس حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ

بانی ماہنامہ ملیہ، مہتمم جامعہ ملیہ اسلامیہ، خلیفہ ومجاز حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحبؒ

کی حیات وخدمات پر انشاء اللہ بہت جلد نمبر شائع کیا جائے گا،

تمام شاگرد، متوسلین ومحبین سے گزارش ہے
کہ جلد از جلد اپنے مضامین ارسال فرمائیں

برائے رابطہ:
جامعہ ملیہ اسلامیہ فیصل آباد
محلہ خالصہ کالج، P.O مدینہ ٹاؤن،
041-8711569 0300-9657076
www.milliafsd.com